قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

سوموار 20 دسمبر 2021ء | 15 جمادی الاول 1443 ہجری قمری | 20 فتح 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:302

ارشاد باری تعالیٰ

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا

(النور:64)

ترجمہ: تمہارے درمیان رسول کا (تمہیں) بلانا اس طرح نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

اگر یہ تبدیلیاں پیدا نہیں ہو رہیں، آپ کے نیکی اور تقوی کے معیار نہیں بڑھ رہے تو پھر اس جلسہ میں شمولیت بے فائدہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑا واضح طور پر فرمایا ہے کہ یہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں ہے جہاں لوگ جمع ہوں اور آپس میں گھلیں ملیں، شور شرابہ ہو، نعرے بازی ہو اور بس۔ اگر نعرے دل سے نہیں اٹھ رہے تھے اگر نعرے آپ کے دل میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کا جوش پیدا نہیں کر رہے تو یہ نعرے بے فائدہ ہیں اگر تقریریں سن کر آپ میں صرف وقتی جوش پیدا ہو رہا ہے اور جلسہ گاہ سے باہر نکل کر اسی جگہ پر کھڑے ہوں جہاں آپ پہلے تھے اور اپنی روحانی ترقی میں قدم آگے بڑھانے والے نہ ہوں تو غور کرنا چاہیے کہ ہم کیوں جلسے میں شامل ہوتے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 702)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حلاوت ایمان حاصل کرنے کے لئے تین باتیں

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس میں تین باتیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کرے گا۔اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اسے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو دوسرا یہ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرے تیسرا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفر سے نکل آنے کے بعد پھر کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ناپسند کرے جتنا وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

(ماخوذ از بخاری، کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

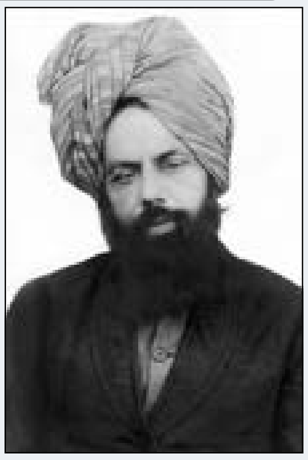

آج کے دن کے بعد جو 30 دسمبر 1891ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں 27 دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آجانا چاہیے۔۔۔۔۔۔۔اور کم مقدرت احباب کے لیے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 375-376)

اس شمارہ میں

دربار خلافت

تسبیح کے دانے اور وحدت جمہوری

خلاصہ خطبہ جمعہ مؤرخہ 17دسمبر 2021ء

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

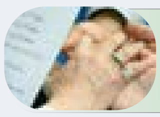

دربارِ خلافت

قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں...

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

... آپؑ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ:

’’تمام مخلصین، داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔

پھر جلسے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین، اگر خدا تعالیٰ چاہے، بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ 351)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ جو میری بیعت میں شامل ہو، صرف زبانی دعوے کی حد تک نہ رہو۔ اب تمہیں اپنی اصلاح کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ اور وہ کیا باتیں ہیں جو تمہارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہوں، فرمایا کہ وہ باتیں یہ ہیں اور اگر تم یہ باتیں اپنے اندر پیدا کر لو تو میں سمجھوں گا کہ تم نے مجھے حقیقت میں پہچان لیا اور جس مقصد کے لئے تم نے بیعت کی تھی اس کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

پہلی بات تو یہ یاد رکھو کہ میری بیعت میں داخل ہو کر تمہارے اندر سے، تمہارے دل میں سے دنیا کی محبت نکل جانی چاہئے۔ اگر یہ نہ نکال سکو تو تمہارا بیعت کرنے کا مقصد پورا نہیں ہو۔ اگر دنیا کے کاروبار تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں۔ تمہاری ملازمتیں، تمہاری تجارتیں حقوق اللہ کی ادائیگی میں روک ہیں۔ تمہارے کاروبار، تمہاری انائیں، تمہاری دنیاوی عزتیں، شہرتیں، تمہارے پر جو اللہ کی مخلوق کے حقوق ہیں ان کی راہ میں روک بن رہی ہیں تو پھر تمہارا میری جماعت میں شامل ہونے کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی محبت، حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ایک اہم تبدیلی جو تمہیں اپنے اندر پیدا کرنی ہو گی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، آپؐ سے محبت دنیا کی تمام محبتوں سے بڑھ کر ہونی چاہئے کیونکہ اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا ہونے سے ہی ملیں گے، آپؐ کے پیچھے چلنے سے ہی ملیں گے، آپؐ کے احکام پر عمل کرنے سے ہی ملیں گے، آپؐ کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ملیں گے۔ اس لئے اس محبت کو اپنے پر غالب کرو کیونکہ فرمایا کہ میں تو خود اس محبوبؐ کا عاشق ہوں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تم میری بیعت میں شامل ہونے والے شمار ہو اور پھر میرے پیارےؐ سے تمہیں محبت نہ ہو، وہ محبت نہ ہو جو مجھے ہے یا جس طرح مجھے ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا کی اس چکا چوند سے تمہیں کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارے یہ مقاصد ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لئے اللہ کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو۔ اللہ کی مخلوق کے حقوق ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ادائیگی میں اس قدر کھوئے جاؤ کہ تمہیں یہ احساس ہو کہ یہ سب کچھ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں کر رہے ہو۔ جب یہ حالت ہو گی تو تم ان لوگوں کی طرح کف افسوس نہیں مل رہے ہو گے جو بستر مرگ، موت کے بستر پر بڑی بیچارگی اور پریشانی سے یہ اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ کاش ہم نے بھی زندگی میں کوئی نیک کام کیا ہوتا، اللہ تعالیٰ کی عبادت، خالص اس کی عبادت کرتے ہوئے کی ہوتی۔

بہت سے لوگ بیعت کرنے کے بعد اپنے کاروبار زندگی میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کاروبار زندگی میں مصروف ہونا بھی منع نہیں بلکہ ضروری ہے کہ انسان اپنے اور اپنے بیوی بچوں کی جائز ضروریات پوری کرنے کے سامان پیدا کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیشہ یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہی تمام کام کرنے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھنے کے لئے بھی کوشش کرنی ہے تا کہ، جیسا کہ پہلے ذکر کر آیا ہوں، بیعت کے مقاصد بھی حاصل ہوں۔ تو ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے، ٹریننگ کے لئے سال میں تین دن جماعت کے افراد اکٹھے ہوتے ہیں اور سوائے کسی اشد مجبوری کے تمام احمدی اس میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔ یہی آپؑ کا منشا تھا۔ کیونکہ ٹریننگ بھی بہت ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر تو تربیت پر زوال آنا شروع ہو جاتا ہے، تربیت کم ہونی شروع ہو جاتی ہے، کمی آنی شروع ہو جاتی ہے دیکھ لیں دنیا میں بھی اپنے ماحول میں نظر ڈالیں تو ہر فیلڈ میں ترقی کے لئے کوئی نہ کوئی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، ٹریننگ لینے کے بعد پھر بھی ریفریشر کورسز بھی ہو رہے ہوتے ہیں، سیمینارز وغیرہ بھی ہو رہے ہوتے ہیں تا کہ جو علم حاصل کیا ہے اسے مضبوط کیا جائے، مزید اضافہ کیا جائے۔ ٹریننگ کے لئے کمپنیاں بھی اپنے ملازمین کو دوسری جگہوں پہ بھجواتی ہیں۔ ملک کی فوجیں سال میں ایک دفعہ عارضی جنگ کے ماحول پیدا کر کے اپنے جوانوں کی ٹریننگ کرتی ہیں۔ یہ اصول ہر جگہ چلتا ہے تو دین کے معاملے میں بھی چلنا چاہئے۔ اس لئے اپنی دینی حالت کو سنوارنے کے لئے جلسوں پر ضرور آئیں اس سے روحانیت میں بھی اضافہ ہو گا اور دوسرے متفرق فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربّانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہئے۔ اور اس جلسے میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہو گا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور رُوشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصے میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اِس جلسے میں اُس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ عزت جلّ شانہٗ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسے میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو ان شاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ 351-352)

(خطبہ جمعہ 30/ جولائی 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

جلسہ سالانہ

یہ تیری دلکشی اَے جلوہ گاہِ حُسن کیا کہنا
جو آتا ہے بصد اخلاص مشتاقانہ آتا ہے

چلے آتے ہیں آنے والے یُوں قُربان ہونے کو
کہ جیسے شمع پر پروانہ بے تابانہ آتا ہے

تعلّق کیا، غرض کیا، واسطہ کیا، ہوشیاروں کو
یہ دیوانوں کی مجلس ہے یہاں دیوانہ آتا ہے

لگا ہے کوچۂ دلبر میں دیوانوں کا تانتا سا
کوئی دیوانہ آپہنچا کوئی دیوانہ آتا ہے

اسیرِ عشق ہو کر سب تعلّق ٹوٹ جاتے ہیں
جو اِس مجلس میں آتا ہے آزادانہ آتا ہے

یہ مجلس ہے کہ ہے دیوانگانِ عشق کا مجمع
جِدھر دیکھو نظر دیوانہ ہی دیوانہ آتا ہے

(حضرت حافظ مختار احمد شاہجانپوریؓ)

اداریہ

تسبیح کے دانے اور وحدت جمہوری

تسبیح کا لفظ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کی تحمید اور تکبیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ (بنی اسرائیل:45) یعنی: اور (دنیا کی) ہر چیز اُس کی تعریف کرتی ہوئی (اس کی) تسبیح کرتی ہے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر) ہم نے اکثر دیکھا ہے رنگ رنگ کے خوشنما پرندے صبح سویرے جو چہچہاتے اور اپنی اپنی بولیوں میں نئے دن کے طلوع ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہے ہوتے ہیں یعنی اس پاک ذات کی تعریف کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ہمیں نیا سہانا دن دیکھنا نصیب ہوا۔ اکثر چھوٹے بڑے جانوروں کو آسمان کی طرف منہ کرتے اور اپنی زبان میں آواز بلند کرتے دیکھا جاتا ہے، بلکہ ان میں سے بعض تو اپنا منہ کھول کر آسمان کی طرف کرتے ہیں وہ بھی دراصل تسبیح کر رہے ہوتے ہیں۔ پھولوں اور پتوں وغیرہ یعنی نباتات پر نگاہ ڈالیں تو بعض پتے، ٹہنیاں ایک خاص وقت پر جُھک جاتے ہیں یہ دراصل ان کی تسبیح خوانی کا ہی وقت ہوتا ہے۔ بعض درختوں کے پتے رات بھر بند رہنے کے بعد علی الصبح ایک نئی شان کے ساتھ کھل جاتے ہیں۔ سورج مکھی پھول کو سورج کے ساتھ ساتھ گھومنے کو آپ کیا نام دیں گے۔ وہ سورج کی طرف منہ کرکے اس کی آن بان شان اور روشنی بکھیرنے کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے گُن گا رہا ہوتا ہے یعنی اس بے عیب نظام کے تخلیق کرنے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے تسبیح کر رہا ہوتا ہے۔ اشرف المخلوقات یعنی انسان کو بھی صبح سویرے نماز فجر ادا کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے حکم کے پیچھے بھی یہی تسبیح و تحمید کرنا ہے۔ صبح کے وقت انسان کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا طریقہ عبادت الٰہی اور تلاوت قرآن کریم رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے اس پُرحکمت نظام کے بارے میں کچھ عرض کرنے کے بعد خاکسار اب موضوع تحریر کے بارے میں بتانا چاہتا ہے۔ آج تسبیح کی ظاہری شکل جو چند پلاسٹک، لکڑی یا پتھر کے دانوں کو ایک دھاگے یا ڈور میں پرو کر اللہ تعالیٰ کے نام کو گننے کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور تکبیر پر مشتمل الفاظ کا وِرد کرنے کے لئے دنیا والوں نے بنا لی ہے، وہ تسبیح کہلاتی ہے۔ آج اس پر گفتگو کرنا مقصود ہے۔ آج کل نت نئی خوبصورت دانوں یعنی موتیوں والی تسبیحیں موجود ہیں۔ بلکہ آج تو الیکٹرانک اور ڈیجیٹل تسبیحیں بھی لوگوں کے ہاتھوں میں نظر آتی ہیں۔ ایک چھوٹی سی ڈیوائس پر بٹن لگا ہوتا ہے اس کو دبانے سے نمبر بڑھتے جاتے ہیں اللہ کے نام پر اور اس کے ذکر پر بٹن دباتے جائیں تو نمبر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور پتہ لگ جاتا ہے کہ کتنی دفعہ اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے بنائے ہی تسبیحات اور ذکر الٰہی کرنے کے لئے ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ ہر نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں بھی ان پُوروں پر ہی تسبیحات کرتے تھے۔ اس کی حکمت ایک یہ بھی ہے کہ ہر نماز کے بعد 33مرتبہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ، 33مرتبہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اور 34مرتبہ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہنے کے لئے انگلیوں کے پورے بڑی آسانی مہیا کرتے ہیں اور اس سے دکھاوے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

آج کل حاجی صاحبان، تاجرحضرات، سیاستدان اور مختلف ممالک کے سربراہان ہاتھ میں تسبیح رکھنا اپنا وطیرہ سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ منہ سے جھوٹ کا زہر اُگل رہے ہوں مگر اپنی انگلیوں سے تسبیح کے دانے نیچے گراتے جاتے ہیں، صرف یہی نہیں ساتھ ساتھ باتیں اور دانے گرنے کی رفتار برابر ہوتی ہے، آپ خود اندازہ لگالیں کہ یہ سب کیا ہے!۔ پاکستان کے بعض سیاستدان بھی باتیں کرتے ہوئے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی تسبیح کے دانے انگلی کے ذریعے نیچے گراتے نظر آتے ہیں۔ اب تو بعض اینکر حضرات اور ٹاک شوز میں آنے والے مہمانوں کے ہاتھوں میں بھی تسبیح نظر آتی ہے۔ ایک مدعو ہونے والے مہمان نے گھنٹہ بھر ٹاک شو میں سچی جھوٹی گفتگو کرنی ہے۔ مگر اس دوران تسبیح کے ساتھ کھیل میں مصروف رہیں گے۔ اور اس کو ہتھیلی میں گھماتے رہیں گے یا دانے گنتے ہوں گے۔ باتوں کے دوران تو گنا ہی جاسکتا ہے۔ بھلا پوچھئے کہ گفتگو کے دوران کیسے تسبیح ہوسکتی ہے۔ اور کرنی بھی سیاست ہو جس کا دوسرا نام جھوٹ، فریب، دھوکہ اور بددیانتی سے اپنا پیٹ بھرنا ہے۔

جماعت احمدیہ تسبیح پر گن کر تسبیحات کرنا منع تو نہیں کرتی تاہم پسند بھی نہیں کرتی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ سوال ہوا کہ مخالف کہتے ہیں کہ یہ لوگ نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن تسبیحیں نہیں رکھتے۔ جس پر آپؑ نے فرمایا:

’’صحابہؓ کے درمیان کہاں تسبیحیں ہوتی تھیں۔ یہ تو ان لوگوں نے بعد میں باتیں بنائی ہیں۔‘‘

* پھر فرمایا:

’’ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ لمبی تسبیح ہاتھ میں رکھا کرتا تھا اور کوچہ میں سے گزر رہا تھا راستہ میں ایک بُڑھیا نے دیکھا کہ خدا کا نام تسبیح پر گِن رہا ہے۔ اس نے کہا کہ کیا کوئی دوست کا نام گِن کر لیتا ہے؟۔ اس نے اسی جگہ تسبیح پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حساب ہیں ان کو کون گِن سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 419 ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک اور موقع پر تسبیح کی حقیقت کے متعلق یوں بیان فرمایا:

’’تسبیح کرنے والے کا اصل مقصود گنتی ہوتا ہے اور وہ اس گنتی کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ یا تو وہ گنتی پوری کرے اور یا توجہ کرے۔ اور یہ صاف بات ہے کہ گنتی کو پوری کرنے کی فکر کرنے والا سچی توبہ کر ہی نہیں سکتا ہے۔ انبیاء علیہم السّلام اور کاملین لوگ جن کو اللہ تعالےٰ کی محبت کا ذوق ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا شدہ ہوتے ہیں انہوں نے گنتی نہیں کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ اہلِ حق تو ہر وقت خدا تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے لئے گنتی کا سوال اور خیال ہی بیہودہ ہے۔ کیا کوئی اپنے محبوب کا نام گِن کر لیا کرتا ہے؟ اگر سچی محبت اللہ تعالیٰ سے ہو اور پوری توجہ الی اللہ ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پھر گنتی کا خیال پیدا ہی کیوں ہو گا۔ وہ تو اسی ذکر کو اپنی رُوح کی غذا سمجھے گا اور جس قدر کثرت سے کرے گا۔ زیادہ لُطف اور ذوق محسوس کرے گا اور اس میں اَور ترقی کرے گا۔ لیکن اگر محض گنتی مقصود ہو گی۔ تو وہ اُسے ایک بیگار سمجھ کر پورا کرنا چاہے گا۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ بعد نماز تسبیح لے کر 33 مرتبہ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وغیرہ جو پڑھا جاتا ہے اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ حسب مراتب ہوا کرتا تھا اور اسی حفظ مراتب نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آئی ہیں اور انہوں نے اعتراض کر دیا ہے کہ فلاں دو احادیث میں باہم اختلاف ہے حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل اور موقعہ کے ہوتی تھی۔ مثلاً ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے؟۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزّت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزّت کر۔ اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ بس اور تمام نیکیوں کو ترک کر دیا جاوے۔ یہی نیکی ہے۔ ایسا نہیں۔ اسی طرح پر تسبیح کے متعلق بات ہے۔ قرآن شریف میں تو آیا ہے۔ وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔ اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔ اب یہ وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا نماز کے بعد ہی ہے تو 33 مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ 33 مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے ورنہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو سچے ذوق اور لذت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام۔ وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اُس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گِن گِن کر؟

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گِن گِن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو 33 مرتبہ فرمایا ہے وہ آنی اور شخصی بات ہو گی کہ کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہو گا تو آپ نے اُسے فرما دیا کہ 33 مرتبہ کرلیا کر۔ اور یہ تو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتے ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا وہ تو اللہ تعالےٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہنچے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کُھلی تو میں نے آپؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گزرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے۔ چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپؐ کو نہ پایا۔ پھر میں باہر نِکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں سَجَدَتْ لَکَ رُوۡحِیۡ وَجَنَانِیۡ۔ اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ 33 مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

جب انسان میں اللہ تعالےٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے۔ وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے اور پھر گِن کر ذکر کرنا تو کُفر سمجھتا ہے۔ اصل بات

یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولا سے اُسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہی نہیں کہ تسبیح لے کر دانہ شاری کرے۔ کسی نے کہا ہے۔

مَن کا منکا صاف کر

انسان کو چاہیئے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے تب وہ کیفیت پیدا ہو گی اور ان دانہ شاریوں کو ہیچ سمجھے گا۔

پوچھا گیا کہ نمازوں میں تعداد رکعات کیوں رکھی ہے؟ فرمایا

اس میں اللہ تعالیٰ نے اور اسرار رکھے ہیں۔ جو شخص نماز پڑھے گا وہ کسی نہ کسی حد پر تو آخر رہے گا ہی۔ اور اسی طرح پر ذکر میں بھی ایک حد تو ہوتی ہے۔ لیکن وہ حد وہی کیفیت اور ذوق وشوق ہوتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ جب وہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بس کر جاتا ہے۔

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں۔ جو شخص اس میں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے۔ اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ستّر ہزار کا سودا لیا اور ستّر ہزار کا دیا مگر وہ ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوا۔ پس یاد رکھو کہ کامِل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا لَا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ جب دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔ اسی طرح پر جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا تعالےٰ کو فراموش نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے۔ وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں رنگین ہوتا ہے۔ یہی مفہوم اور غرض اسلام کی ہے کہ وہ آستانہ الوہیت پر اپنا سر رکھ دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 18۔ 21 ایڈیشن 1984ء)

ظاہری تسبیح میں سبق

ظاہری تسبیح کی شکل میں امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ جس طرح تسبیح کے تمام دانے (Beads) ایک ہار کی طرح ایک دھاگے میں پروئے ہوتے ہیں۔ اگر کسی خاتون کے ہار (Necklace) کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو تمام موتی بکھر جاتے ہیں۔ اس ہار کی خوبصورتی جاتی رہتی ہے۔ وہ موتی جب ہار سے جدا ہوتے ہیں تو اپنی افادیت بھی کھو دیتے ہیں۔ ایک موتی اپنی ذات میں خوبصورت ہوتا ہے مگر اس کی خوبصورتی اس وقت دوبالا ہو جاتی ہے جب وہ دوسرے موتیوں، زمرد وغیرہ کے ساتھ مل کر ہار کی شکل اختیار کرتا ہے۔ پھر اس ہار کی خوبصورتی کو اس وقت چار چاند لگتے ہیں جب وہ کسی کا حسن بنتا ہے۔

ہم نے عموماً دیکھا ہے کہ جب ہار کھل کر یا دھاگہ ٹوٹ کر اس کے موتی بکھر جاتے ہیں تو اس کی ملکہ یا Owner کے چہرہ پر افسردگی چھا جاتی ہے۔ وہ موتیوں کی تلاش میں ہمہ تن مصروف ہو کر ان کو گنتی ہے تا کہ Missing Beads کو تلاش کیا جا سکے۔

یہی مضمون ظاہری تسبیح پر ہار سے کہیں بڑھ کر اہمیت کے ساتھ لاگو ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون کو یوں عارفانہ رنگ میں بیان فرمایا کہ جماعت احمدیہ تسبیح کی طرح ہے۔ احباب جماعت تسبیح کے عام چھوٹے دانوں کی طرح ہیں۔ اور چند دانوں کے بعد جو بڑا دانہ آتا ہے وہ عہدیدار ہے پھر چھوٹے دانے ہیں اور ایک بڑا دانہ جس سے رسّی نکلی ہوتی ہے وہ امام وقت ہے۔ یوں جماعت ایک رسّی میں پروئی ہوئی ہے۔ جن کو جماعتی اور ذیلی تنظیموں کے عہدیداران حفاظت کے حصار میں رکھتے ہیں اور یہ تمام افراد پھر خلیفہ وقت کی حفاظت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتے ہیں۔ درحقیقت خلافت ہی وہ رسّی (اَلۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی) ہے جس میں تمام احباب جماعت پروئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دوست دھاگے سے باہر ہو تو اس کو اس کی زینت بنانا ضروری ہے کیونکہ اس بھٹکے ہوئے انسان کے لئے وہ رسی زینت ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ النور آیت 63 کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

’’مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے۔ جب آپ نے واپس قادیان آنے کا ارادہ فرمایا تو چونکہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنھا نے ابھی وہاں کچھ دن اور ٹھہرنا تھا اس لئے آپ نے مجھے لاہور میں ہی ٹھہرنے کی ہدایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم اُن کے ساتھ آ جانا۔ جب مَیں آیا اور آپ کے پاس آ کر میں نے اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ کہا تو میرے سلام کا جواب دینے سے بھی پہلے آپ نے فرمایا۔ میاں! تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا؟۔ مَیں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ جتنے آدمی تھے وہ سارے ہمیں بٹالہ چھوڑ کر آ گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے امر جامع کے متعلق جو قرآنی حکم تھا اس پر عمل نہ کیا۔ خلیفۂ وقت کا وجود تو ایسی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا اثر سارے عالَمِ اسلام پر پڑتا ہے اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے تو اس کا اثر لازماً سب جماعت پر پڑیگا۔ اس لئے اِس بارہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تو اس سختی کے ساتھ اِس پر عمل کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوڑی دیر کے لئے بھی اِدھر اُدھر ہونا اُن کے لیے ناقابلِ برداشت ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے کرتے مجلس سے اُٹھے اور تھوڑی دیر تک واپس نہ آئے تو سب صحابہؓ آپ کی تلاش میں بھاگ پڑے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے تھے وہ سب کے سب آپ کے پیچھے اُٹھ کر چلے گئے اور انہیں اُسوقت ایسی گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں گھبراہٹ میں مجھے باغ کے اندر جانے کا راستہ بھی نظر نہ آیا اور مَیں گندے پانی کی نالی میں سے گزر کر اندر داخل ہوا حالانکہ عموماً انہیں کمزور دل سمجھا جاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کے کام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو افراد سے تعلق رکھتے ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ اور دوسرے ایسے احکام جو تمام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے جہاد یا مشورہ کیلئے قوم کا جمع ہونا یا کوئی ایسا حکم جو ساری جماعت کی ضروریات کو مدّنظر رکھ کر دیا گیا ہو جو کام ساری جماعت سے تعلق رکھتے ہوں افراد سے نہیں اُن میں سب کو ایسا پرویا ہوا ہونا چاہیئے جیسے تسبیح کے دانے ایک تاگے میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کسی کو ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ضروری کام کے لئے جانا چاہے تو امام کی اجازت سے جائے۔

اِسی حقیقت کو تصویری زبان میں ظاہر کرنے کے لئے لوگ جب تسبیح کے دانے پروتے ہیں تو تاگے کے دونوں سرے اکٹھے کر کے ایک لمبا دانہ پرو دیتے ہیں اور اُسے امام کہتے ہیں۔ درحقیقت اس سے قومی تنظیم کی اہمیّت کی طرف ہی اشارہ ہوتا ہے اور یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ جس طرح تسبیح کے دانوں کے لئے ایک امام کی ضرورت ہے اِسی طرح تمہیں بھی ہمیشہ ایک امام کے پیچھے چلنا چاہیئے ورنہ تمہاری تسبیح وہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکے گی جو اجتماعی تسبیح پیدا کیا کرتی ہے۔ لیکن بہت کم ہیں جو اس گُر کو سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہوسکتا جو ایسے امور میں جو ساری جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اپنی رائے اور منشاء کے ماتحت کام کرے اور امام کی کوئی پروانہ کرے مومن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اگر کوئی دینی کام ہو تو اجازت لے لے اور اگر کوئی اہم دنیوی کام ہو جس کا اثر ساری جماعت پر پڑتا ہو تو امام سے مشورہ لے لے بہرحال امر جامع سے علیٰحدہ ہونے کے لئے استیذان ضروری ہوتا ہے۔ مگر چونکہ انسان کا امر جامع سے علیٰحدہ ہونا اس کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہو گا اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُسے اجازت تو دے دو مگر ساتھ ہی دُعا کیا کرو کہ خدا تعالیٰ اُسے معاف کرے اور اُس کی کمزوریوں کو دُور کرے۔‘‘

اس مضمون کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بناوے۔ اس کا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشا ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تا کہ کُل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اُسے قوت دیوے حتّٰی کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلہ کی مسجد میں ادا کریں تا کہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دُور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شئے ہے کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے۔ حتّٰی کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شئے ہوتا ہے وہ تو دُور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے۔ اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تا کہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکّہ کے

بقیہ صفحہ 14 پر

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17 دسمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

☆... حضرت ابوبکرؓ شعبِ ابی طالب میں بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ☆... جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عرب قبائل میں تبلیغ کا حکم دیا تو آپؐ حج کے موقعے پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ اَوس اور خزرج نیز بعض دیگر قبائل کی مجالس میں تشریف لے گئے اور انہیں تبلیغ کی

☆... افغانستان اور پاکستان کے احمدیوں کے لیے خصوصی دعا کی تحریک

پانچ مرحومین، مکرم الحاج عبدالرحمٰن عینن صاحب سابق سیکرٹری امورِ عامہ اور افسر جلسہ سالانہ گھانا، مکرم اذیاب علی محمد الجبالی صاحب آف اردن، مکرم دین محمد شاہد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ حال مقیم کینیڈا، مکرم میاں رفیق احمد صاحب کارکن دفتر جلسہ سالانہ اور مکرمہ قانتہ ظفر صاحبہ اہلیہ مکرم احسان اللہ ظفر صاحب سابق امیر جماعت امریکہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17/ دسمبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابوبکرؓ کے ذکر میں غلاموں کو آزاد کرنے کے کچھ مزید واقعات ہیں۔ آپؓ نے نہدیہ اور ان کی بیٹی کو منہ مانگی قیمت ادا کر کے آزاد کرایا تھا۔ اسی طرح عمر بن خطاب جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے بنومؤمّل کی ایک لونڈی کو ایذا دے رہے تھے۔حضرت ابوبکرؓ نے اسے بھی آزاد کرایا۔حضرت ابوبکرؓ کے والد نے ایک بار آپؓ کو یہ مشورہ دیا کہ تم طاقتور مردوں کو آزاد کراؤ تا کہ وہ تمہاری حفاظت تو کریں، اس پر آپؓ نے جواب دیا کہ مَیں تو محض اللہ عزوجل کی رضا چاہتا ہوں۔ علامہ قرطبی و علامہ آلوسی اور بعض دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ سورۃ اللیل کی آیات فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی سے وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی تک حضرت ابوبکرؓ کے اسی عمل کی وجہ سے آپؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ حضرت خباب بن ارتؓ کے آزاد کیے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خبابؓ جو کسی دَور میں غلام تھے، ان کی پیٹھ کو ایک شخص نے دیکھا کہ وہ نہایت سخت اور بھینس کی کھال کی طرح کھردری ہے تو وہ حیران رہ گیا۔ دریافت کرنے پر حضرت خبابؓ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرنے پر ہمارا مالک ہمیں تپتی دھوپ میں لٹا کر مارتا اور کہتا کہ کہو کہ ہم محمد ﷺ کو نہیں مانتے، ہم اس پر کلمہ شہادت پڑھتے رہتے تو وہ ہمیں اور مارتا اور نہایت سخت اور کھردرے پتھروں پر گھسیٹتا۔ جو کچھ تم نے دیکھا وہ اسی مار پیٹ اور گھسیٹے جانے کا نتیجہ ہے۔ سالہا سال ان پر ظلم ہوا، آخر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی جائیداد کا بہت سا حصّہ فروخت کر کے انہیں آزاد کرایا۔

ایک اَور موقعے پر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جو غلام رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے ان میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ، ان میں رومی بھی تھے جیسے صہیبؓ، ان میں عیسائی بھی تھے جیسے جبیرؓ اور صہیبؓ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔ بلالؓ کو اس کے مالک تپتی ریت پر لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینے پر کودنے کے لیے مقرر کر دیتے۔حضرت ابوبکرؓ نے جب ان پر یہ مظالم دیکھے تو قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کرایا۔

جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو حضور ﷺ نے رجب 5/ نبوی میں مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کا ارشاد فرمایا چنانچہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔حضرت ابوبکرؓ بھی ہجرت کے ارادے سے نکلے تھے لیکن برک الغماد مقام پر قارہ قبیلے کے سردار ابن دغنہ نے آپؓ کے ارادے کو جان کر پناہ دینے کا عہد کیا اور واپس مکّہ لے آیا۔ مکّے پہنچ کر اس نے قریش کے سرداروں سے کہا کہ ابوبکرؓ ایسے آدمی کو نہ وطن سے نکالا جاتا ہے اور نہ وہ وطن سے نکلتا ہے۔تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ایسی خوبیاں بجالاتا ہے جو معدوم ہو چکی ہیں اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے، تھکے ہاروں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے۔قریش نے ابن دغنہ کی پناہ قبول کی لیکن کہا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں ہی کیا کرے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر میں ہی نماز اور تلاوتِ قرآن کیا کرتے۔ کچھ عرصے بعد آپؓ نے اپنے گھر سے ملحقہ صحن میں عبادت کی جگہ بنالی جہاں مشرک عورتیں اور بچے آپؓ کی پُرسوز عبادت کی کیفیت کو حیرت سے دیکھتے۔ اس پر قریشِ مکہ نے ابنِ دغنہ کو آگاہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے ابن دغنہ کو فرمایا کہ مَیں آپ کی پناہ واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ شعبِ ابی طالب میں بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ان مشکل ترین حالات میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ والی آیات نازل ہوئیں تو مشرکین پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس اہلِ روم پر غالب آجائیں کیونکہ وہ بھی بت پرست تھے جبکہ مسلمان پسند کرتے تھے کہ اہلِ روم اہلِ فارس پر غالب آجائیں کیونکہ اہلِ روم بھی اہلِ کتاب تھے۔ رسولِ کریم ﷺ کے یہ فرمانے کے بعد کہ اہلِ روم ضرور غالب آجائیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے مشرکین کے ساتھ شرط قائم کر لی۔

صحیح بخاری میں رسولِ کریم ﷺ کی چار ایسی پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بڑی شان سے پوری ہوئیں۔ ان پیش گوئیوں میں غلبۂ روم والی پیش گوئی بھی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور ابوجہل کے درمیان چند سال کی مدت پر شرط لگی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ 'بِضۡع' کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں نَو برس یا سات برس کا اطلاق ہوتا ہو پس مدت بڑھالو۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے مدت بڑھالی اور بالآخر اہلِ روم غالب آ گئے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ 'بِضۡع' کا لفظ مجمل ہے اور اکثر نَو برس تک اطلاق پاتا ہے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب آپؐ مکّے میں مقیم تھے اور ہجرت نہیں ہوئی تھی اس کے بعد مقررہ میعاد کے اندر اندر ہی جنگ نے اچانک پلٹا کھایا اور روم نے فارس کو زیر کر کے تھوڑے عرصے میں ہی اپنا علاقہ واپس چھین لیا۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سے بعض کفار نے سَو سَو اونٹوں کی شرط باندھی تھی۔ بظاہر اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا امکان دُور سے دُورتر ہوتا چلا جاتا تھا، لیکن فیصلہ کُن جنگ میں رومی سپاہی باوجود تعداد اور سامان میں کم ہونے کے قرآن کریم کی پیش گوئی کے مطابق ایرانیوں پر غالب آئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عرب قبائل میں تبلیغ کا حکم دیا تو آپؐ حج کے موقعے پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ اَوس اور خزرج نیز بعض دیگر قبائل کی مجالس میں تشریف لے گئے اور انہیں تبلیغ کی۔ اسی طرح ایک حج کے موقعے پر آپؐ نے قبیلہ بکر بن وائل کی جانب حضرت ابوبکرؓ کو تبلیغ کے لیے بھجوایا۔ ایک قبیلہ بنی شیبان بن ثعلبہ حضور ﷺ کی دعوت سے متاثر تو بہت ہوا تاہم ان کے سرداروں میں سے ایک مثنّٰی بن حارثہ نے کسریٰ کے ساتھ اپنے معاہدے کا ذکر کیا جس کے مطابق وہ کوئی نیا کام کر سکتے تھے اور نہ کسی نئے کام کے کرنے والے کو پناہ دے سکتے تھے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اگر تھوڑے عرصے میں اللہ تعالیٰ تمہیں کسریٰ کی زمین کا وارث بنادے تو کیا تم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو گے؟ یہ سن کر وہ آمادہ ہو گئے۔ خدا کی قدرت کہ وہی مثنّٰی جو کسریٰ سے مرعوب ہو کر اسلام قبول کرنے سے ہچکچا رہے تھے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں کسریٰ سے لڑائی کے وقت اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور نے افغانستان اور پاکستان کے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ افغانستان میں احمدی بہت تکلیف سے گزر رہے ہیں۔بعض گرفتاریاں بھی ہوئی ہیں، لوگ بے گھر بھی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ پاکستان میں بھی عمومی طور پر حالات خراب ہی ہوتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو حضرت مسیح موعودؑ کو پہچاننے کی توفیق دے اور ہر شر کو ختم کرے، دنیا اپنے پیدا کرنے والے کی حقیقت کو پہچان لے۔ آمین

اس کے بعد حضورِ انور نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا:

1۔مکرم الحاج عبدالرحمٰن عینن صاحب سابق سیکرٹری امورِ عامہ اور افسر جلسہ سالانہ گھانا۔ آپ 81 برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔مرحوم گریٹر اکرا ریجن کے لمبا عرصہ صدر بھی رہے۔مرحوم بے حد سخی مزاج، دعا گو، عبادت گزار اور جماعت و خلافت کے جاں نثار سپاہی تھے۔

2۔مکرم اذیاب علی محمد الجبالی صاحب آف اردن جو گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔مرحوم نے 2010ء میں بیعت کی تھی اور اپنے علاقے میں اکیلے احمدی تھے۔ احمدیت اور خلافت کے لیے بڑی غیرت رکھنے والے، پہاڑوں کی طرح مضبوط ایمان کے حامل تھے۔

3۔مکرم دین محمد شاہد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ حال مقیم کینیڈا جو 92 برس کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔مرحوم نے پاکستان کے علاوہ چار برس جزائر فجی میں بطور مشنری انچارج خدمت کی توفیق پائی۔ چار کتابوں کے مصنف اور بے شمار علمی مضامین لکھنے کا موقع ملا۔مرحوم لمبا عرصہ ربوہ میں بطور پریس سیکرٹری بھی کام کرتے رہے۔

4۔مکرم میاں رفیق احمد صاحب کارکن دفتر جلسہ سالانہ جو 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔مرحوم مکینیکل انجنیئر تھے اور پہلے 1986ء میں وقفِ عارضی کر کے دفتر جلسہ سالانہ میں خدمت بجالاتے رہے اور پھر 1989ء میں باقاعدہ زندگی وقف کر کے دفتر جلسہ سالانہ ربوہ میں بطور ناظم ٹیکنیکل امور خدمات بجالانا شروع کیا اور تادمِ آخر اسی خدمت پر مامور رہے۔مرحوم نہایت مخلص، عبادت گزار، غریبوں کی مدد کرنے والے، خلافت کے عاشق اور شریف النفس انسان تھے۔

5۔مکرمہ قانتہ ظفر صاحبہ اہلیہ مکرم احسان اللہ ظفر صاحب سابق امیر جماعت امریکہ جو گزشتہ دنوں کار حادثے میں وفات پا گئی تھیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحومہ 1941ء میں پیدا ہوئیں اور آپ نے پی ایچ ڈی کی ہوئی تھی۔ خلافت، حضرت اقدس مسیح موعودؑ، رسولِ کریم ﷺ اور قرآنِ کریم سے بڑا گہرا عشق کا تعلق تھا۔مرحومہ نہایت سادہ، منکسر المزاج، غریب پرور، مہربان اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کی۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 26/ نومبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق وخلوص کی کیا بلند شان ہے!
وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے (حضرت مسیح موعودؑ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

حضرت عمرؓ کے دربار میں علم رکھنے والے خاص طور پر

قرآن کریم کا علم رکھنے والوں کا بڑا مقام

تھا چاہے وہ چھوٹی عمر کے نوجوان ہیں یا بچے ہیں یا بڑے ہیں۔ بخاری میں ایک روایت ہے حضرت ابن عباسؓ نے کہا عُیَیْنَہ بن حِصن بن حُذَیفہ مدینہ آئے اور اپنے بھتیجے حُر بِن قَیس کے پاس اترے اور حُر بِن قیس ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے اور قاری یعنی قرآن کے عالم ہی، بڑی عمر کے ہوں یا جوان، مجلس میں حضرت عمرؓ کے قریب بیٹھنے والے تھے، ان کو مشورہ دینے والے ہوتے تھے۔ عُیَینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھتیجے! اس امیر کے پاس تمہاری وجاہت ہے۔ اس لیے میرے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگو۔ حُر بن قیس نے کہا: میں تمہارے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت لے لوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے چنانچہ حُر نے عُیینہ کے لیے اجازت مانگی اور حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دی۔ جب عُیینہ ان کے پاس آیا تو اس نے کہا خطاب کے بیٹے یہ کیا بات ہے۔ اللہ کی قَسم! نہ تو آپؓ ہم کو بہت مال دیتے ہیں اور نہ ہمارے درمیان اور ہمارے مال کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ اس کو کچھ کہنے کو ہی تھے کہ حُر نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ (الاعراف:200) یعنی اے نبی! ہمیشہ عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر اور یہ عُیینہ جاہلوں میں سے ہی ہے۔ اللہ کی قسم! جب حُر نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی تو حضرت عمرؓ وہیں رک گئے اور کچھ نہیں کہا اور حضرت عمرؓ کتاب اللہ کو سن کر رک جاتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف باب خذ العفو...حدیث ۴۶۴۲)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے دربار کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک امیر آیا۔ اس نے اس بات کو بہت مکروہ سمجھا کہ ایک دس برس کا لڑکا بھی بیٹھا ہے کہ ایسی عالیشان بارگاہ میں لونڈوں کو کیا کام؟ اتفاق سے حضرت عمرؓ اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاد کو بلایا۔ وہی لڑکا پکار اٹھا۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آل عمران:135) اور پڑھا وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ (الاعراف:200) اور کہا هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْن۔ حضرت عمرؓ کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے۔ اس وقت اس کے بھائی نے“ یعنی اس شخص کے بھائی نے جو بول رہا تھا ”کہا۔ دیکھا اسی لونڈے نے تمہیں بچایا ہے جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔“

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 122)

حضرت عمرؓ بچوں کی تربیت کس طرح کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں ایک روایت ہے۔ یوسف بن یعقوب نے کہا: ابن شہاب نے مجھے اور میرے بھائی کو اور میرے چچا کے بیٹے کو جبکہ ہم کم سن بچے تھے کہا تم اپنے آپ کو بچہ ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا کیونکہ حضرت عمرؓ کو جب کوئی معاملہ درپیش آتا تو آپ بچوں کو بلاتے اور ان سے بھی اس غرض سے مشورہ لیتے کہ آپ ان کی عقلوں کو تیز کرنا چاہتے تھے۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ ۱۶۵۔ مکتبہ مصریۃ الازہر)

جنگ احد میں جب جنگ کا پانسا پلٹا اور مسلمانوں کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا تو اس وقت ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا۔ یہاں

حضرت عمرؓ کی غیرت

کا سوال ہے کہ کیا ان لوگوں میں محمد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا ہے؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابن خطاب ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے: اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔ ابوسفیان بولا یہ معرکہ بدر کے معرکہ کا بدلہ ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب......حدیث نمبر ۳۰۳۹)

پھر

بیت المال کے اموال کی حفاظت اور نگرانی میں کس حد تک محتاط تھے۔

اس بارے میں روایت ہے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے دودھ پیا۔ آپ کو وہ پسند آیا۔ کسی نے گلاس میں دودھ دیا، آپؓ نے پیا اور پسند آیا۔ آپؓ نے اس شخص سے پوچھا جس نے آپؓ کو دودھ پلایا تھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے آپؓ کو بتایا کہ وہ ایک چشمہ پر گیا جس کا اس نے نام بھی لیا۔ وہاں زکوٰۃ کے اونٹوں کو لوگ پانی پلا رہے تھے۔ انہوں نے میرے لیے ان کا دودھ دوہا جس کو میں نے اپنے اس پانی پینے والے برتن میں ڈال لیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر قے کر کے اس کو نکال دیا۔ (مؤطا امام مالك كتاب الزكاة باب ماجاء فی أخذ الصدقات والتشدید فیھا حدیث ۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۸۵ء) کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ یہ میں نہیں پیوں گا۔

بَراءَ بن مَعْرُور کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ گھر سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ منبر پر تشریف لائے۔ آپؓ اس وقت بیمار تھے۔ آپ کی اس بیماری کے لیے شہد تجویز کیا گیا۔ بیت المال میں شہد کا برتن موجود تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو میں اسے لے لیتا ہوں ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے تو لوگوں نے اس بارے میں آپ کو اجازت دے دی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۴۷ ذکر استخلاف عمر مطبوعہ دارا لاحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)

بیت المال کے اموال کی حفاظت کا کس قدر خیال تھا اس بارے میں یہ واقعہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ مختصر بیان کرتا ہوں کہ ایک دوپہر کو شدید گرمی میں پیچھے رہ جانے والے دو اونٹوں کو خود ہانک کر آپؓ چراگاہ میں لے کر جا رہے تھے کہ کہیں ادھر ادھر گم نہ ہو جائیں۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ نے جب دیکھا تو کہا کہ یہ کام ہم کر لیتے ہیں، آپؓ سائے میں آ جائیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم لوگ آرام سے سائے میں بیٹھو۔ یہ میرا کام ہے۔ یہ مَیں ہی کروں گا۔

(ماخوذ از اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 667 عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو مال دیا، دولت دی، عزت دی، رتبہ دیا مگر وہ اسلام سے غافل نہیں ہو گئے۔ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ تم لوگوں میں کچھ ہے تو اپنے دین سے غافل نہ ہو، اسلام کی تعلیم سے غافل نہ ہو، اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ حضرت

عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ باہر قُبّہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اتنی شدید گرمی پڑ رہی تھی کہ دروازہ کھولنے کی بھی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اتنے میں میرے غلام نے مجھے کہا۔ دیکھئے شدید دھوپ میں باہر ایک شخص پھر رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ شخص میرے قُبّہ کے قریب پہنچا اور میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی میں گھبرا کر باہر نکلا اور میں نے کہا اس گرمی میں آپؓ کہاں؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کی تلاش میں مَیں باہر پھر رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آگے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عَلَی الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۔ وہ ہوں گے تختوں پر مگر ہر وقت نگرانی ان کا کام ہو گا۔ دنیا کی نعمتیں اور دنیا کے آرام ان کو سست نہیں بنائیں گی۔ وہ ان آرآئِك کے اندر سو نہ رہے ہوں گے بلکہ بیدار اور ہوشیار ہوں گے۔ لوگوں کے حقوق کی دیکھ بھال کریں گے اور اپنے فرائضِ منصبی کو پوری خوش اسلوبی سے ادا کرتے چلے جائیں گے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 314، 315)

مساوات کے قیام

کے بارے میں روایت آتی ہے۔ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک یہودی اور ایک مسلمان لڑتے ہوئے آئے۔ حضرت عمرؓ کو یہودی کی طرف حق معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے موافق فیصلہ کیا۔ پھر یہودی بولا اللہ کی قسم! تم نے سچا فیصلہ کیا ہے۔

(مؤطا امام مالک کتاب الاقضیۃ باب الترغیب فی القضاء بالحق روایت نمبر ۱۴۲۵ مکتبہ دار الفکر ۲۰۰۲ء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مصر کا ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میں ظلم سے آپؓ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: تُو نے اچھی پناہ گاہ ڈھونڈی ہے۔ اس نے کہا میں نے عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا اور میں اس سے آگے نکل گیا۔ اس پر وہ مجھے کوڑے مارنے لگا اور کہا میں معزز فرد کا بیٹا ہوں۔ تمہیں یہ جرأت کس طرح ہوئی کہ میرے سے آگے نکلو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا اور انہیں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے اس لڑکے کو مارو۔ وہ اسے مارنے لگا۔ اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے، اس مصری شخص کو کہہ رہے تھے کہ 'معزز فرد کے بیٹے کو مار۔' حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس نے اسے مارا اور ہم اس کے مارنے کو پسند کر رہے تھے۔ وہ اسے مسلسل کوڑے مارتا رہا یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ اب چھوڑ دے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس مصری شخص سے کہا کہ عمرو بن عاصؓ کے سر پر مارو۔ تو اس (مصری) نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان کے بیٹے نے مجھے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا ہے؟ حضرت عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا اے امیر المومنین! نہ مجھے اس واقعہ کا علم تھا اور نہ وہ مصری میرے پاس آیا۔

(کنز العمال کتاب الفضائل مجلد السادس روایت نمبر ۳۶۰۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا اور آپؓ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ لوگوں نے بھیڑ لگا دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ لوگوں سے مزاحمت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آپؓ تک پہنچ گئے۔ آپؓ نے انہیں ایک درہ لگایا اور کہا: تم زمین میں اللہ کے سلطان سے نہیں ڈرے اور اژدھام کو چیرتے ہوئے آگے نکل آئے تو میں نے سوچا کہ تم کو بتادوں کہ اللہ کا سلطان بھی تم سے قطعاً نہیں ڈرتا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۹۷ دارالمعرفۃ بیروت)

حضرت عمرؓ میں وسعتِ حوصلہ

کس حد تک تھی۔ اس بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! تم میں کوئی بھی شخص اگر مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھے تو اسے سیدھا کر دے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا اگر ہم آپؓ میں ٹیڑھا پن دیکھیں گے تو اسے اپنی تلواروں سے سیدھا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امّت میں ایسا بھی آدمی پیدا کیا ہے جو عمر کے ٹیڑھے پن کو اپنی تلوار سے سیدھا کرے گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۰۶ دارالمعرفۃ بیروت)

حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: مجھے بھلائی کا حکم دے کر، برائی سے روک کر اور مجھے نصیحت کر کے میری مدد کرو۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۰۷ دارالمعرفۃ بیروت)

پھر ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت عمرؓ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ مَیں غلطی کروں اور میرے ڈر سے کوئی مجھے سیدھا راستہ نہ دکھائے۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۰۶ دارالمعرفۃ بیروت)

ایک دن آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور مجمع عام کے سامنے کہنے لگا: اے عمر! اللہ سے ڈرو۔ بعض لوگ اس کی بات سن کر سخت غصہ ہو گئے اور اسے خاموش کرانا چاہا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: تم میں کوئی خیر نہیں اگر تم عیب کو نہ بتاؤ اور ہم میں کوئی خیر نہیں اگر ہم اس کو نہ سنیں۔ (سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۰۷ دارالمعرفۃ بیروت) یعنی اسے کہا صرف یہ بات نہ کرو بلکہ معین کر کے بتاؤ کہ کیا بات کرنا چاہتے ہو۔

ایک دن حضرت عمرؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے اتنا ہی کہا تھا اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو کہ ایک آدمی نے بات کاٹتے ہوئے کہا: اے عمر! نہ ہم سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے نرمی سے پوچھا اللہ کے بندے! کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ بیت المال سے جو کپڑا سب میں تقسیم کیا گیا اس سے لوگ صرف قمیص بنوا سکے۔ جوڑا مکمل نہیں ہوا اور آپؓ کو بھی اتنا ہی کپڑا ملا ہو گا۔ پھر آپؓ کا جوڑا کیسے تیار ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پھر اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا۔ عبداللہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے والد کو اپنے حصہ کا کپڑا دیا ہے تا کہ ان کا لباس مکمل ہو جائے۔ یہ سن کر سب لوگ مطمئن ہو گئے اور اس آدمی نے کہا۔ اے امیر المومنین! اب سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۰۷ دارالمعرفۃ بیروت)

بعض اس قسم کے اجڈ بھی ہوتے تھے لیکن اس قسم کی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو تربیت یافتہ صحابہ تھے ان کے منہ سے کبھی آپ نہیں سنیں گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دیر سے مسلمان ہوئے، یا پھر بالکل ہی اجڈ، اَن پڑھ اور جاہل تھے۔ جو کبار صحابہ تھے ان میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتی تھیں ان میں کامل اطاعت ہوتی تھی۔

اسلام مذہبی امور میں آزادی دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمرؓ کا طریق کیا تھا۔ فتح اسکندریہ کے بعد وہاں کے حاکم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو پیغام بھیجا کہ اے اقوامِ عرب! میں تم سے زیادہ قابل نفرت قوموں یعنی اہل فارس اور روم کو جزیہ ادا کرتا تھا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میرے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے دربارِ خلافت میں تمام حالات لکھے۔ حضرت عمرؓ کا جواب آیا کہ تم حاکم اسکندریہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ جزیہ ادا کرے مگر جو جنگی قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں یعنی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں انہیں اختیار دیا جائے گا کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی قوم کے مذہب کو برقرار رکھیں۔ جو مسلمان ہو جائے گا وہ مسلمانوں میں شامل ہو گا اور اس کے حقوق و فرائض انہی جیسے ہوں گے یعنی مسلمانوں جیسے مگر جو اپنی قوم کے مذہب پر برقرار رہے گا اس پر وہی جزیہ مقرر کیا جائے گا جو اس کے ہم مذہبوں پر ہو گا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے تمام قیدیوں کو جمع کیا اور ان کو فرمانِ خلافت پڑھ کر سنایا گیا تو بہت سے قیدی مسلمان ہو گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 512-513۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

مذہبی آزادی میں آپ کس قدر محتاط تھے۔

اس بارے میں ایک واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک بوڑھی نصرانی عورت اپنی کسی ضرورت سے حضرت عمرؓ کے پاس آئی تو آپؓ نے اس سے کہا مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گی۔ اللہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس نے جواب دیا میں بوڑھی عورت ہوں اور موت میرے قریب ہے۔ آپؓ نے اس کی ضرورت پوری کر دی لیکن ڈرے کہ کہیں آپؓ کا یہ کام اس کی ضرورت سے غلط فائدہ اٹھا کر اسے مجبوراً مسلمان بنانے کے مترادف نہ ہو جائے۔ اس لیے آپؓ نے اس عمل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور کہا اے اللہ! میں نے اسے سیدھی راہ دکھائی تھی اسے مجبور نہیں کیا تھا۔ بہت احتیاط تھی۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطاب از ڈاکٹر علی محمد الصلابی۔ صفحہ 101۔ دار المعرفۃ بیروت 2007ء)

پھر ایک واقعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ایک عیسائی غلام تھا اس کا نام اَشَق تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کا غلام تھا۔ آپؓ نے مجھ سے کہا مسلمان ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں کے بعض معاملات میں تم سے مدد لے لیا کروں کیونکہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ مسلمانوں کے معاملے میں ان لوگوں سے مدد لوں جو غیر مسلم ہیں لیکن میں نے انکار کر دیا،

غلام نے کہا۔ تو آپؓ نے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دینِ اسلام میں زبردستی نہیں۔ جب آپؓ کی وفات قریب ہوئی تو آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا تمہاری جہاں مرضی ہو چلے جاؤ۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 184، مکتبہ الفرقان، مظفر گڑھ، پاکستان)

جانوروں پر شفقت اور رحم دلی کا واقعہ۔

اَحْنَف بن قَیس کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس ایک وفد کی شکل میں فتحِ عظیم کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپؓ نے پوچھا آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہو؟ میں نے کہا فلاں جگہ۔ پھر آپؓ میرے ساتھ چل پڑے۔ ہماری سواری کے اونٹوں کے باڑے یعنی ان کے باندھنے کے مقام تک پہنچے اور ایک ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد فرمانے لگے کیا تم اپنی سواریوں کے بارے میں اللہ سے خوف نہیں کھاتے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ان کا بھی تم پر حق ہے؟ انہیں کھلا کیوں نہ چھوڑ دیا کہ گھاس وغیرہ چرتے۔

(سیرت عمر بن خطاب از علی محمد الصلابی صفحہ ۱۷۱ دارالمعرفة بیروت)

حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ دیکھا جس پر بے بسی اور بیماری کے آثار بالکل نمایاں تھے۔ سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا ہاتھ اونٹ کی پشت پر ایک زخم کے پاس رکھا اور خود کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارے میں اللہ کے ہاں میری باز پرس نہ ہو۔

(الطبقات الکبریٰ باب ذکر استخلاف عمر جلد ۳ صفحہ ۲۱۷ دارالعلمیة بیروت)

پھر ایک روایت اسلم سے ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل میں تازہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یَرْفَا (حضرت عمرؓ کے غلام کا نام ہے) سواری پر سوار ہوا اور آگے پیچھے چار میل تک دوڑ کر ایک عمدہ مچھلی خرید کر لایا۔ پھر سواری کی طرف متوجہ ہوا اور اسے غسل دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اور فرمانے لگے چلو یہاں تک کہ آپؓ نے سواری کو دیکھ کر فرمایا۔ تم اس پسینہ کو دھونا بھول گئے ہو جو اس کے کان کے نیچے ہے۔ تم نے عمر کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک جانور کو تکلیف میں مبتلا کر ڈالا ہے۔ اللہ کی قسم! عمر تیری اس مچھلی کو نہیں چکھے گا۔

(کنز العمال کتاب الفضائل مجلد السادس صفحہ ۲۸۷ روایت نمبر ۳۵۹۶۶ دار الکتب العلمیة بیروت)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت عراق سے ایک وفد آیا۔ اس میں اَحْنَف بن قَیس بھی تھے۔ حضرت عمرؓ سر پر پگڑی باندھ کر زکوٰۃ کے ایک اونٹ کو تارکول وغیرہ لگا رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا اے اَحْنَف! اپنے کپڑے اتارو اور آؤ۔ اس اونٹ میں امیر المومنین کی مدد کرو۔ یہ زکوٰۃ کا اونٹ ہے۔ اس میں یتیم، بیوہ اور مسکین کا حق ہے۔

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰۳ کتاب الخلافہ مع الامارۃ/قسم الافعال حدیث ۱۴۳۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)

حضرت عمرؓ کا ایک یہودی کو ایک جواب

اس کے بارے میں ایک روایت ہے۔ طارق نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی کہ یہود میں سے کسی شخص نے ان سے کہا: امیر المومنین! آپؓ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں اگر وہ ہم پر یعنی یہود کی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون سی ہے؟ اس نے کہا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: 4) یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی نعمت ساری کی ساری عطا کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہمیں وہ دن اور وہ جگہ بھی معلوم ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ آپؐ اس وقت جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب زِيَادَةُ الْاِيْمَانِ وَ نُقْصَانُه، حدیث ۴۵)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ سے ایک یہودی نے کہا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ ہماری کتاب میں اترتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ... الآیة۔ آپ نے فرمایا وہ دن تو ہمارے لئے دو عیدوں کا دن تھا یعنی جمعہ کا دن اور عرفہ کے دن۔ [اس دن] یہ آیت نازل ہوئی تھی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 6)

بعض بزرگان حضرت عمرؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ اَشْعَثْ سے روایت ہے کہ میں نے امام شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ جب لوگ کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو دیکھو کہ حضرت عمرؓ نے اس معاملے میں کیا کیا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ بغیر مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

(حلیة الاولیاء جلد ۴ صفحہ ۳۰۴-۳۰۵۔ روایت ۵۸۴۱۔ مکتبة الایمان۔ الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۷)

امام شَعبی فرماتے ہیں: مَیں نے حضرت قَبِیصہ بن جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے آپ سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے والا اور اللہ کے دین کو سمجھنے والا اور آپ سے اچھا اس کی درس و تدریس کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر مجلد ۱۱۔ جزء ۲۱ صفحہ ۱۲۸۔ دار احیاء التراث العربی الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۱ء)

حضرت حسن بصریؒ نے کہا جب تم اپنی مجلس کو خوشبودار بنانا چاہو تو حضرت عمرؓ کا بہت ذکر کرو۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ ۲۱۷۔ مکتبہ مصریة الازھر)

مجاہد سے روایت ہے کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ بے شک حضرت عمرؓ کے دور میں شیاطین جکڑے ہوئے تھے۔ جب آپؓ شہید ہوئے تو شیاطین زمین میں کودنے لگے۔

(سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی صفحہ ۲۱۷۔ مکتبہ مصریة الازھر)

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ

آپؓ کا شاعرانہ ذوق

بھی بہت تھا۔ خود شعر تو نہیں کہتے تھے لیکن شعر سنتے تھے، پسند کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ ایک رات جب ہم چل رہے تھے تو میں ان کے قریب آیا تو انہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوڑا مار کر یہ اشعار پڑھے۔

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ يُقْتَلُ أَحْمَدُ
وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَنُنَاضِلُ
وَ نُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ
وَ نَذْهَلَ عَنْ أَبْنَآئِنَا وَالْحَلَائِلِ

تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی قسم! حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم ان کی حفاظت کے لیے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں۔ ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ ہم ان کے قریب جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں اور اپنے فرزند اور اہل و عیال کو بھول جائیں۔

وَ مَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا
أَبَرَّ وَ أَوْفٰى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدٍ

کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نیکی کرنے والا اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں اٹھایا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۵۷۷، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، ۲۰۱۲ء)

ایک تاریخ دان ڈاکٹر علی محمد صَلَابی اپنی کتاب ’’سیدنا عمر بن خطابؓ۔ شخصیت اور کارنامے‘‘ میں شعر و شاعری سے لگاؤ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ شعر کے ذریعہ مثال دینے والے حضرت عمرؓ تھے۔

آپؓ کے بارے میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ آپؓ کے سامنے شاید ہی کوئی معاملہ آتا رہا ہو اور آپؓ اس پر شعر نہ سناتے رہے ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپؓ نیا جوڑا زیب تن کر کے باہر نکلے۔ لوگ آپؓ کو بہت دھیان سے دیکھنے لگے۔ اس پر آپؓ نے انہیں مثال دیتے ہوئے یہ اشعار سنائے:

لَمْ تُغْنِ عَنْ هُرْمُزٍ يَوْمًا خَزَآئِنُهٗ
وَالْخُلْدُ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا
أَيْنَ الْمُلُوْكُ الَّتِيْ كَانَتْ نَوَافِلُهَا
مِنْ كُلِّ أَوْبٍ إِلَيْهَا رَاكِبٌ يَفِدُ

کہ موت کے وقت ہُرمز کو اس کے خزانوں نے کوئی فائدہ نہ دیا اور قوم عاد نے ہمیشہ آباد رہنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ نہ رہی۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جن کے چشموں گھاٹوں سے ہر طرف سے آنے والا قافلہ سیراب ہوتا تھا۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب، شخصیت اور کارنامے (مترجم) از علی محمد صلابی صفحہ 333 مطبوعہ مکتبۃ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

علی محمد صَلَابی لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ انہی اشعار کو پسند کرتے تھے جن میں اسلامی زندگی کا جوہر چمکتا ہو۔

وہ اسلامی خصوصیات کی عکاسی کرتے ہوں اور ان کے معانی اور مطالب اسلام کی تعلیمات کے خلاف اور اس کی اقدار سے متعارض نہ ہوں۔ آپؓ مسلمانوں کو بہترین اشعار یاد کرنے پر ابھارتے اور فرماتے تھے۔ شعر سیکھو۔ اس میں وہ خوبیاں ہوتی ہیں جن کی تلاش ہوتی ہے نیز حکماء کی حکمت ہوتی ہے اور مکارم اخلاق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ آپؓ شعر کے فوائد کے سلسلہ میں صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسے دلوں کی چابی اور انسان کے جسم میں خیر کے جذبات کا محرک تصور کرتے تھے۔ آپ شعر کی فضیلت اور فائدے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان کا سب سے بہترین فن شعر کے چند ابیات کی تخلیق ہے جنہیں وہ اپنی ضرورتوں میں پیش کرتا ہے۔ ان میں کریم اور سخی آدمی کے دل کو نرم کر لیتا ہے اور کمینے شخص کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔

جاہلی شعراء، زمانۂ جاہلیت کے جو پرانے شعراء تھے، ان کے کلام کو بھی اس لیے کافی لگن سے یاد کرتے تھے کہ کتابِ الٰہی کے افہام و تفہیم سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ آپؓ نے فرمایا: تم اپنے دیوان کو حفظ کر لو اور گمراہ نہ رہو۔ سامعین نے آپ سے پوچھا کہ ہمارا دیوان کون سا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا دورِ جاہلیت کے اشعار ہیں۔ ان میں تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید کی تفسیر ہے اور تمہارے کلام کے معنی ہیں۔ آپؓ کا یہ فرمان آپؓ کے شاگرد اور ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس کے اس موقف سے بھی متفق ہے جس میں آپ نے کہا کہ جب تم قرآن پڑھو اور اس کو نہ سمجھ سکو تو اس کے مفہوم معانی عرب کے اشعار میں تلاش کرو کیونکہ شاعری عربوں کا دیوان ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ عمر بن الخطاب شخصیت اور کارنامے (مترجم) از علی محمد صلابی صفحہ 336 مطبوعہ مکتبۃ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

برصغیر کے معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ’الفاروق‘ میں آپؓ کے شعر و شاعری کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شعر و شاعری کی نسبت اگرچہ حضرت عمرؓ کی شہرت عام طور پر کم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپؓ شعر بہت کم کہتے تھے لیکن شعر و شاعری کا مذاق ایسا عمدہ رکھتے تھے کہ ان کی تاریخی زندگی میں یہ واقعہ ہم ترک نہیں کر سکتے۔ عرب کے ایک مشہور و معروف شاعر کا کلام کثرت سے یاد تھا اور تمام شعرا کے کلام پر ان کی خاص خاص آراء تھیں۔ اہلِ ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ

آپؓ کے زمانہ میں اُن سے بڑھ کر کوئی شخص شعر پڑھنے والا نہ تھا۔

جَاحِظ نے اپنی کتاب ’البیان والتبیین‘ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے۔ حضرت عمرؓ کے ذوقِ سخن کا یہ حال تھا کہ اچھے اشعار سنتے تو بار بار مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ اگرچہ آپؓ کو مہماتِ خلافت کی وجہ سے ان اشغال میں مصروف ہونے کا موقع نہیں مل سکتا تھا تاہم چونکہ طبعی ذوق رکھتے تھے اس لیے سینکڑوں ہزاروں شعر یاد تھے۔ علمائے ادب کا بیان ہے کہ ان کے حفظِ اشعار کا یہ حال تھا کہ جب کسی معاملے کا فیصلہ کرتے تو ضرور کوئی شعر پڑھتے۔ آپؓ صرف وہ اشعار پسند کرتے تھے جن میں خودداری، آزادی، شرافتِ نفس، حمیت، عبرت کے مضامین ہوتے تھے۔ اسی بنا پر امرائے فوج اور اضلاع کے عاملوں کو حکم بھیج دیا تھا کہ لوگوں کو اشعار یاد کرنے کی تاکید کی جائے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتوں اور صحیح رائے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں۔ تمام اضلاع میں جو حکم بھیجا تھا اس کے الفاظ یہ تھے:

اپنی اولاد کو تیرنا اور شہسواری سکھاؤ اور ضرب الامثال اور اچھے اشعار یاد کراؤ

یعنی علمی ذوق بھی پیدا کرو۔ اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عمرؓ نے شاعری کے بہت سے عیوب مٹا دیے۔ اس وقت تمام عرب میں یہ طریقہ جاری تھا کہ شعراء شریف عورتوں کا نام اعلانیہ اشعار میں لاتے تھے اور ان سے اپنا عشق جتاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس رسم کو مٹا دیا اور اس کی سخت سزا مقرر کی۔ اسی طرح ہجو گوئی کو ایک جرم قرار دیا اور حُطَیْئَہ کو جو مشہور ہجو گو تھا اس جرم میں قید کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 330 تا 333 مکتبہ الحرمین لاہور 1431ھ)

علامہ شبلی نعمانی مزید لکھتے ہیں۔ اس زمانے کا سب سے بڑا شاعر مُتَمَّم بن نُوَیْرَہ تھا جس کے بھائی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں حضرت خالدؓ نے غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچایا تھا کہ ہمیشہ رویا کرتا اور مرثیہ کہا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے مرثیہ پڑھنے کی فرمائش کی تو اس نے چند اشعار پڑھے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ اگر مجھے کوئی ایسا مرثیہ کہنا آتا تو میں اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ اس نے کہا

اے امیرالمومنین! اگر میرا بھائی آپؓ کے بھائی کی طرح مارا جاتا یعنی شہادت کی موت مرتا تو میں ہرگز اس کا ماتم نہ کرتا۔

حضرت عمرؓ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ متمم جیسی تعزیت کسی نے نہیں کی۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 345 مکتبہ الحرمین لاہور 1431ھ)

حضرت عمرؓ کے فضائل اور مناقب کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’بعض واقعات پیشگوئیوں کے جن کا ایک ہی دفعہ ظاہر ہو نا امید رکھا گیا ہے وہ تدریجاً ظاہر ہوں یا کسی اَور شخص کے واسطہ سے ظاہر ہوں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں آپؐ کے ہاتھ پر رکھی گئی ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے اور آنجنابؐ نے نہ قیصر اور کسریٰ کے خزانہ کو دیکھا اور نہ کنجیاں دیکھیں مگر چونکہ مقدّر تھا کہ وہ کنجیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملیں کیونکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا

اس لیے عالمِ وحی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیا گیا۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 265)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں ’’یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی من جانب اللہ بتا سکتے۔‘‘

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت خان صاحب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’مجھے میرے رب کی طرف سے خلافت کے بارے میں ازروئے تحقیق تعلیم دی گئی ہے اور محققین کی طرح میں اس حقیقت کی تہ تک پہنچ گیا اور میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ

صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکو کار اور مومن تھے

اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا اور جو خدائے رحمان کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسم گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محو خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ رب العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کے اعمال میں خوشبو اور ان کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں پس تم ان کے مقام کی چمک دمک کا ان کی خوشبو کی مہک سے پتہ لگاؤ اور جلد بازی کرتے ہوئے بدگمانیوں کی پیروی مت کرو اور بعض روایات پر تکیہ نہ کرو! کیونکہ ان میں بہت زہر اور بڑا غلو ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ ان میں سے بہت ساری روایات تہ و بالا کرنے والی آندھی اور بارش کا دھوکہ دینے والی بجلی کے مشابہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈر اور ان (روایات) کی پیروی کرنے والوں میں سے نہ بن۔‘‘

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 25-26)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: بخدا اللہ تعالیٰ نے شیخین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں ہر ایک کو اسلام کے دروازے اور خیر الانام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ہراول دستے بنایا ہے۔ پس جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور ان کو برا بھلا کہنے کے درپے رہتا ہے اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلب ایمان کا ڈر ہے اور جنہوں نے اس کو دکھ دیا، ان پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمان کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور میں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بغض و کینہ رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی

کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وا نہیں کئے جاتے اور اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی لذات وشہوات میں چھوڑ دیتا ہے اور نفسانی خواہشات کے گڑھوں میں گرا دیتا ہے اور اسے اپنے آستانے سے دور رہنے والا اور محروم کر دیتا ہے۔

انہیں یعنی خلفائے راشدین کو اسی طرح اذیت دی گئی جس طرح نبیوں کو دی گئی اور ان پر لعنتیں ڈالی گئیں جس طرح مرسلوں پر ڈالی گئیں اس طرح ان کا رسولوں کا وارث ہونا ثابت ہو گیا اور روز قیامت ان کی جزا اقوام و ملل کے ائمہ جیسی متحقق ہوگئی کیونکہ جب مومن پر کسی قصور کے بغیر لعنت ڈالی جائے اور کافر کہا جائے اور بلاوجہ اس کی ہجو کی جائے اور اسے برا بھلا کہا جائے تو وہ انبیاء کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی مانند بن جاتا ہے۔ پھر اسے بدلہ دیا جاتا ہے جیسا نبیوں کو بدلہ دیا جاتا ہے اور مرسلوں جیسی جزا پاتا ہے۔ یہ لوگ بلا شبہ حضرت خیر الانبیاء کی اتباع میں عظیم مقام پر فائز تھے اور جیسا کہ بزرگ و برتر اللہ نے ان کی مدح فرمائی وہ ایک اعلیٰ امّت تھے اور اس نے خود اپنی روح سے ان کی ایسی ہی تائید فرمائی جیسے وہ اپنے تمام برگزیدہ بندوں کی تائید فرماتا ہے اور فی الحقیقت ان کے صدق کے انوار اور ان کی پاکیزگی کے آثار پوری تابانی سے ظاہر ہوئے اور یہ کھل کر واضح ہو گیا کہ وہ سچے تھے اور اللہ ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے انہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو دنیا جہان میں کسی اور کو نہ دیا گیا۔

(ماخوذ از سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 28 تا 30)

پھر آپؑ شیعہ حضرات کی ایک بات کو ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''شیعہ حضرات میں سے جو یہ خیال کرتا ہے کہ (ابوبکر) صدیقؓ یا (عمر) فاروقؓ نے (علی) مرتضیٰؓ یا (فاطمۃ) الزہرۃؓ کے حقوق کو غصب کیا اور ان پر ظلم کیا تو ایسے شخص نے انصاف کو چھوڑا اور زیادتی سے پیار کیا اور ظالموں کی راہ اختیار کی۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اپنے وطن، عزیز دوست اور مال ومتاع چھوڑے اور جنہیں کفار کی طرف سے اذیتیں دی گئیں اور جو شر پسندوں کے ہاتھوں بے گھر ہوئے مگر (پھر بھی) انہوں نے اچھے اور نیک لوگوں کی طرح صبر کیا اور وہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے (پھر بھی) گھروں کو سیم وزر سے نہ بھرا اور نہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو سونے اور چاندی کا وارث بنایا بلکہ جو کچھ حاصل ہوا وہ بیت المال کو دے دیا اور انہوں نے دنیاداروں اور گمراہوں کی طرح اپنے بیٹوں کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ انہوں نے اس دنیا میں زندگی فقر اور تنگدستی کی حالت میں بسر کی اور وہ امراء اور رؤسا کی طرح ناز ونعمت کی طرف مائل نہ ہوئے۔ کیا ان کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ ازراہِ تعدّی لوگوں کے اموال چھیننے والے تھے اور حق چھیننے، لوٹ مار کرنے اور غارت گری کی طرف میلان رکھنے والے تھے۔ کیا سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت قدسیہ کا یہ اثر تھا؟ حالانکہ اللہ تمام کائنات کے رب نے ان کی حمد وثناء کی۔

حقیقت یہ ہے کہ (اللہ) نے ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا اور ان کے دلوں کو پاکیزگی بخشی اور ان کے وجودوں کو منور کیا اور آئندہ آنے والے پاکبازوں کا پیش رَو بنایا

اور ہم کوئی کمزور احتمال اور سطحی خیال بھی نہیں پاتے جو ان کی نیتوں کے فساد کی خبر دے یا ان کی ادنیٰ برائی کی طرف اشارہ کرتا ہو چہ جائیکہ ان کی ذات کی طرف ظلم منسوب کرنے کا کوئی پختہ ارادہ کرے۔ بخدا وہ انصاف کرنے والے لوگ تھے۔ اگر انہیں مالِ حرام کی وادی بھی دی جاتی تو وہ اس پر تھوکتے بھی نہیں اور نہ ہی حریصوں کی طرح اس کی طرف مائل ہوتے خواہ سونا پہاڑوں جتنا یا سات زمینوں جتنا ہوتا۔ اگر انہیں حلال مال ملتا تو وہ ضرور اسے صاحبِ جبروت (خدا) کی راہ اور دینی مہمات میں خرچ کرتے۔ پس ہم یہ کیسے خیال کر سکتے ہیں کہ انہوں نے چند درختوں کی خاطر (فاطمۃ) الزہراءؓ کو ناراض کر دیا اور جگر گوشۂ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شر پسندوں کی طرح اذیت دی بلکہ شرفاء نیک نیت ہوتے اور حق پر ثابت قدم ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ متقیوں کے باطن کو خوب جانتا ہے۔''

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 37 تا 39)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''سچ تو یہ ہے کہ (ابوبکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔

ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنا لیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اَسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھا۔ کثرت فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) جیسا میں نے کسی کو نہ پایا۔ یہ دونوں ہی آفتاب امم وملل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں مہتاب سے بھی زیادہ سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا ورغبت گوارا کیا اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور کافروں سے مٹھ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے یہاں تک کہ اسلام غالب آ گیا اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملّت ومذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور مقبول دینی خدمت بجا لاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف واحسان سے زیر بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلینؐ کی ہمسائیگی پر منتج ہوا اور یہ اس اللہ کا فضل ہے جس کی نظر سے متقی پوشیدہ نہیں اور بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وہ اسے ہرگز ضائع نہیں کرتا، خواہ دنیا بھر کی ہر چیز اس کی دشمن ہو جائے اور اللہ کا طالب کسی نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھتا اور اللہ صادقوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ وعمرؓ) کے صدق وخلوص کی کیا بلند شان ہے!
وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ
اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے

لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے اور یہ رحمت صرف انہی لوگوں کی طرف رخ کرتی ہے جن کی طرف عنایت (الٰہی) ازل سے متوجہ ہو۔ (یہی لوگ ہیں) جنہیں انجام کار اللہ کے فضل کی چادریں ڈھانپ لیتی ہیں۔''

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 77 تا 79)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ اسلام کا بنا ہے وہ اصحابِ ثلاثہ سے ہی بنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اگرچہ کچھ کم نہیں مگر ان کی کارروائیوں سے کسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خفت نہیں ہو سکتی کیونکہ کامیابی کی پٹڑی تو صدیق اکبرؓ نے ہی جمائی تھی اور عظیم الشان فتنہ کو انہوں نے ہی فرو کیا تھا۔ ایسے وقت میں جن مشکلات کا سامنا حضرت ابوبکرؓ کو پڑا وہ حضرت عمرؓ کو ہرگز نہیں پڑا۔ پس صدیقؓ نے رستہ صاف کر دیا تو پھر اس پر عمرؓ نے فتوحات کا دروازہ کھولا۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 414-415)

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل کی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں جو آپؑ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین حضرت ابوبکر وعمر کی محبت اور عزت کی تھی کہ ''ایک دفعہ ایک دوست نے جو محبت مسیح موعودؑ میں فنا شدہ تھے۔ آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کیوں نہ ہم آپؑ کو مدارج میں شیخینؓ'' یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ''سے افضل سمجھا کریں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قریب مانیں؟ اللہ اللہ! اس بات کو سن کر حضرت اقدسؑ'' یعنی مسیح موعود علیہ السلام ''کا رنگ اُڑ گیا اور آپ کے سراپا پر عجیب اضطراب وبیتابی مستولی ہو گئی۔'' کہتے ہیں کہ ''میں خدائے غیور وقدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس گھڑی نے میرا ایمان حضور اقدسؑ کی نسبت اَور بھی زیادہ کر دیا۔ آپؑ نے برابر چھ گھنٹے کامل تقریر فرمائی۔ بولتے وقت میں نے گھڑی دیکھ لی تھی اور جب آپؑ نے تقریر ختم کی جب بھی دیکھی۔ پورے چھ ہوئے۔ ایک منٹ کا فرق بھی نہ تھا۔ اتنی مدت تک ایک مضمون کو بیان کرنا اور مسلسل بیان کرنا ایک خرق عادت تھا۔ اس سارے مضمون میں آپؑ نے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے محامد وفضائل اور اپنی غلامی اور کفش برداری کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور جناب شیخین علیہم السلام'' (حضرت ابوبکر وعمر) ''کے فضائل بیان فرمائے اور فرمایا۔ ''میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں کا مداح اور خاک پا ہوں۔''

جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اَور شخص نہیں پا سکتا۔

کب دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام'' (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) ''کو ملا۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 326)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر یہاں سے ختم ہوتا ہے یعنی کہ خطبات میں۔ ان شاء اللہ آئندہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو حضرت ابوبکرؓ کا ذکر شروع ہو گا۔

ناصرہ رشید۔لندن

مرا بچپن جہاں گزرا وہ بستی چھن گئی کیونکر

مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل

السلام علیکم۔ بہت جزاک اللہ۔آپ نے اور آپ کی ٹیم نے مل کر الفضل آن لائن کو ہمارے لئے پھر سے روحانی مائدہ بنادیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی محنتوں میں برکت ڈالے۔آمین۔یہ واقعی بچھڑے ہوؤں کو ملاتی ہے۔چند ہفتے قبل بھارت سے امۃ الشافی رؤفی صاحبہ نے میری ہمشیرہ،نبیلہ رفیق کے قادیان کی زیارت والے مضمون سے تقسیم ہند کے بعد ہونے والی لجنہ کی سرگرمیوں کی تفصیل ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔اس رابطے نے میرے اندر میرے بچپن کی یادوں نے ایک ہجوم کر دیا۔اس سلسلے میں خاکسار نے وہ پانچ سالہ بچپن کا عرصہ جو قادیان دارالامان میں گزرا اس کی یادوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کیا ہے۔امید ہے آپ اسے الفضل میں جگہ دیں گے۔

تقسیم ہند کے چند ماہ بعد ہمارے والد صاحب (کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد) کو حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان درویش کی حیثیت سے بھیجا جہاں انہوں نے، قادیان میں احمدیہ شفا خانہ سنبھالا تھا۔1951ء میں کچھ درویش خاندانوں کا قادیان جانے کا انتظام ہوا جن میں میری والدہ (مبارکہ بیگم مرحومہ) خاکسار ناصرہ، میری چھوٹی بہن فاخرہ اور میری بڑی آپا، سلیمہ بھی شامل تھیں میرے بچپن کا پانچ سال کا وقت قادیان میں گزرا۔میری یادداشت میں قادیان میں گزرے ہوئے پانچ سال کی بہت سی یادیں قائم ہیں،اس موقعہ پر میرا دل مچلا کہ کیوں نہ میں ''اُذکروا محاسن امواتکم'' پر عمل کرتے ہوئے اپنی والدین کے متعلق کچھ تحریر کروں، کم ازکم قادیان میں گزارے ہوئے وقت کو توضرور یاد کر کے لکھا جاسکتا ہے،جب کہ یہ وقت بھی وہ تھا جس کی یادیں بہت قیمتی ہیں۔خدا کے فضل سے میرے انتہائی بچپن کی یادیں بعض ایسی ہیں کہ جیسے ابھی ابھی یہ واقعہ ہوا ہے، مگر کچھ تصاویر اور واقعات دھندلا گئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا قادیان سے متعلق خط کا جواب

میں نے قادیان کے جلسہ 1991ء سے واپسی کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں جلسہ کی مبارک باد کا خط لکھا، جس میں، میں نے قادیان میں اپنے بچپن کی یادوں کا ذکر کیا۔اس کے جواب میں حضور اقدسؒ کا اپنے ہاتھوں سے لکھا ہوا جواب ملا۔حضور نے فرمایا!

''آپ کا خط ملا جو قادیان کی بہت پیاری یادوں سے معطّر تھا۔جس گھر میں آپ نے بچپن گزارا، اسی گھر میں ''بی بی'' پیدا ہوئیں اور پرورش پائی۔اور بارہا میرا بھی وہاں آنا جانا رہا۔''بی بی'' کے ساتھ رشتہ سے بہت پہلے سے قادیان سے ہجرت کے پہلے چند ماہ اسی گھر میں ہمارا حفاظت کا مرکز تھا۔اور اکثر راتیں وہاں کٹا کرتی تھیں۔آپ کے یادوں بھرے خط نے میری ان یادوں کی بھی چٹکی بھر دی ہے۔''

قادیان میں رہائش

قادیان درویشی کے زمانہ میں جس گھر میں ہماری رہائش تھی وہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا گھر تھا۔اس کا نقشہ یاد کروں تو ایسے بنتا ہے کہ،یہ مکان جس میں ہماری رہائش تھی، بہت بڑا گھر تھا۔جس کی اوپر کی منزل میں ہم رہتے تھے۔نیچے کے تمام کمرے بند رہتے تھے۔الدّار کی ڈیوڑھی سے گزر کر سیڑھیاں آتی تھیں۔سیڑھیوں سے چل کر گھر آتا تھا۔ایک کنواں ہوتا تھا جو کہ لکڑی وغیرہ کے تختے سے ڈھکا ہوا ہوتا تھا۔اور نلکا شاید اوپر کی منزل میں جو لگا ہوا تھا اُسی کنویں میں سے تھا۔صحن کے بیچوں بیچ سیمنٹ کی اونچی منڈیر ٹائپ چار دیواری تھی۔جہاں سے کہ نیچے کے کمرے نظر آتے تھے۔نیچے صحن میں بھی ایک کنواں تھا جو کہ بند تھا اب وہ اپنی نہایت خوبصورت حالت میں آ گیا ہے۔اب پتہ چلتا ہے کہ وہ نیچے والے حصوں کو روشنی دینے کے لئے کھلی جگہ چھوڑی ہو گی۔ایک کمرے میں دو بڑی بڑی تصویریں بھی لگی ہوئی تھیں۔ایک تصویر حضرت مسیح موعود کی بھابھی محترمہ (جو تاریخ احمدیت میں تائی آئی کے نام سے جانی جاتی ہیں ان کی تھی) تصویر کے نیچے ''الہام، تائی آئی'' لکھا ہوا تھا اور دوسری حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی۔کئی دفعہ ایسا ہوا کہ پاکستان سے صاحبزادگان آئے اور ہمارے گھر میں وہ دونوں تصاویر بھی دیکھنے آئے۔ایک کمرے میں براؤن سا ایک سفیدی مائل قالین تھا۔اور دوسرے کمرے میں سرخ پھولوں والا قالین تھا۔سیڑھیوں کے ساتھ ہی ایک برامدہ تھا۔اُس میں ایک کھڑکی کھلتی تھی جہاں سے حضرت امّاں جان کا دالان نظر آتا تھا اور وہاں رہنے والے درویشان آتے جاتے نظر آتے تھے۔ہمارے گھر میں کوئی خاص کھانا بنتا تو امی میرے ہاتھ درویشان کو بھجتیں۔ہمارے گھر سے اندر ہی اندر سیڑھیاں چڑھ کر میاں وسیم احمد صاحب مرحوم کا گھر آتا تھا۔اور اسی طرح اندر ہی اندر نیچے کی طرف امیر جماعت عبدالرحمٰن جٹ صاحب کا دفتر اور گھر تھا۔ماشاء اللہ اُن کی شخصیت بڑی پُر رُعب تھی۔

تقسیم ہند کے بعد والدہ کی ہندوستان کی صدر لجنہ کی سعادت

گو کہ میری عمر چھوٹی تھی، مگر اپنی امی کا بھارت کی صدر لجنہ بننا اور جماعتی کاموں کا جو وہ کرتی تھیں، مجھے خوب ادراک تھا۔صدر لجنہ کی حیثیت سے اس وقت مختلف قسم کے کام تھے۔اجلاسات بھی ہمارے ہی گھر میں ہوتے تھے۔ ہماری والدہ بحثیت صدر تقاریر کیا کرتی تھیں، (امّی جو مبارکہ قمر سیالکوٹی کے نام سے پہچانی جاتی تھیں، نے اپنے زمانہ تعلیم میں قادیان جاکر دینات کے اسکول میں دینیات کا کورس کیا تھا ، حضرت مصلح موعودؓ سے ماشاء اللہ خوب دین سیکھنے کا موقعہ ملا۔سیالکوٹ کے اسکول میں بھی انکی استاد محترمہ استانی فضیلت صاحبہ اور قادیان میں محترمہ استانی میمونہ صاحبہ تھیں۔جن سے امی نے تقریر کرنے کا اور تبلیغ کرنے کا فن سیکھا تھا) تبلیغ کرنا اور تقریر کرنا ہماری امیّ کا ٹیلنٹ تھا۔

اجلاسات پر بھی اور جلسہ سالانہ پر بھی، انہیں تبلیغ کا حد سے زیادہ شوق تھا۔سکھ عورتیں اکثر ہمارے گھر آتیں، ہوسکتا ہے کسی تقریب پر یا محض تبلیغ کے لئے انہیں بلایا جاتا ہو۔مجھے یاد ہے کہ (امی ایک کتاب دُرِّ ثمین میں سے حضرت بابا نانک کا چولہ انہیں دکھا دکھا کر تبلیغ کر رہی ہوتیں۔پاکستان سے اور بھارت سے بہت مہمان آتے تھے۔یہ کیوں آتے تھے معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ امیّ اکثر دعوتوں میں مصروف رہتیں۔کچھ درویشان کی دُلہنیں بھی بھارت کے دور دراز کے علاقوں سے رُخصت ہو کر آئیں، جن کا استقبال غالباً لجنہ کے زیر انتظام ہو گا کیونکہ امیّ ان کو خوش آمدید کہتیں۔ایک مبارک شادی مجھے زیادہ یاد ہے وہ،حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی تھی، جبکہ ان کی دُلہن،حضرت خالہ قدوس صاحبہ تشریف لائی تھیں۔ان کے استقبال کا انتظام بھی بہت اچھا کیا گیا تھا۔مجھے ایک تھال میں مٹھائی اور ایک انگوٹھی کی ڈبیا رکھ کر امیؒ نے دی کہ میں ان کو تحفہ دے آؤں، میں دالان حضرت اماّں جان سے گزر کر انہیں دے کر آئی تھی۔

اپنے گھر کی کچھ یادیں

قادیان میں گائے کا آسانی سے دودھ ملنے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔اس لئے والد صاحب نے گھر کی ضرورت کے لئے بھینس، گائے،مرغیاں پال رکھی تھیں، جن کوسنبھالنے کے لئے اور اُن کو چارہ ڈالنے اور دودھ نکالنے کے لئے ایک درویش جن کو ہم چچا نذیر کہتے تھے۔کومقرر کیا ہوا تھا وہ کھانا وغیرہ پکایا کرتے تھے۔شاید وہ اباجی کا ہم لوگوں کے آنے سے پہلے بھی کھانا پکاتے ہوں۔ ہماری والدہ جانوروں سے حاصل ہونے والے دودھ کا صحیح استعمال کرتی تھیں وہ ایسے کہ دہی بنا کر اسے بلوتیں تاکہ لسّی اور مکھن بن سکے۔درویش ہمارے ہاں لسی لینے آتے تھے۔مجھے یاد ہے کہ صبح سے ہی ہمارے گھر میں لسی لینے والوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔کئی برتنوں میں امی مکھن بھی اندر ڈال دیتی تھیں۔کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ زیادہ لوگ آجاتے تو اُمی چاٹی میں پانی زیادہ ڈال دیتی تھیں تاکہ زیادہ لوگوں تک لسی پہنچ جائے۔

قادیان میں والدہ کپڑے وغیرہ خریدنے کے لئے کبھی بازار نہیں جاتی تھیں بلکہ،بزاز گھر میں کپڑا دکھانے کے لئے لاتے تھے۔اور امیّ پردے کے پیچھے سے کپڑے دیکھتیں اور پسند کرتی تھیں۔کچھ عرصہ بعد ہماری بڑی بہن (محترمہ سلیمہ) کی شادی اپنے ماموں زاد بھائی (محترم عبدالسلام درویش) سے طے کر دی تھی۔ہماری آپا نے اپنے درویش شوہر کے ساتھ باقی تمام عمر درویشی میں ہی کاٹی،ہمارے بہن بہنوئی تو وفات پا چکے ہیں مگر ان کی اولادیں قادیان میں ہی ہیں۔

میری یادوں میں حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہ کے مکان میں لڑکیوں کے سکول کے شروع ہونے کا دھندلا سا عکس بھی شامل ہے۔ہمارے اساتذہ میں قریشی فضل حق صاحب تھے۔اسکول جاری ہوا تو،اباجی مجھے اور میری چھوٹی بہن فاخرہ کو ساتھ لے کر گئے تھے اور بھی لڑکیاں تھیں چند نام جو یاد ہیں۔ان میں فیروزہ۔نعیمہ،عاجز صاحب کی بیٹی۔امۃ اللطیف اور امۃ الرشید ٹھیکدار بشیر احمد صاحب کی بیٹیاں۔ وسیمہ باجی اور آصفہ

ملک صلاح الدین صاحب کی بیٹیاں۔ بعد ازاں مرزا برکت احمد صاحب کی بیٹیاں امۃ الکریم باجی جن کی شادی ہوچکی تھی اور ایک بیٹا بھی تھا۔ امۃ الجمیل جو کہ اب مبارک کھوکھر صاحب کی بیگم ہیں اور مکرم ملک ربّانی صاحب جو کہ اباجی کے کمپاؤنڈر تھے اُن کی بیٹی رشیدہ۔اور فضل الٰہی صاحب کی بیٹی بھی اسی اسکول میں جاتی تھیں۔ یہ تو تقسیم کے بعد کے حالات نارمل ہونے کے وقت کی بات ہے، اسکے بعد اللہ کے فضل سے قادیان کی آبادی بڑھتی رہی اور مزید لوگ آتے رہے۔

قادیان میں بچیوں کا اسکول اور میری تقریب آمین

میں اپنے بچپن کی قادیان کی باتیں یاد کروں تو، ایک سعادت جو میرے حصے میں آئی وہ میرا ختمِ قرآن تھا۔ مجھے کئی درویشوں سے قرآنِ کریم پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی الحمد اللہ۔ ان میں سے ایک شیخ صاحب تھے جن کی گھنی کالی داڑھی ہوتی تھی۔ ایک بزرگ صورت درویش بھائی عبد الرحیمؓ صاحب بھی تھے، ایک درویش جن کا نام مکرم عبدالرحمٰنؓ تھا، ان کا مکان الدّار سے باہر کے علاقے میں تھا۔

ختم قرآن کے بعد وہاں امی نے بڑے پیمانے پر مہمان بلا کر آمین بھی کی قادیان کی گلیوں اور بازاروں میں چلتے ہوئے بڑے لوگ تو آپس میں سلام کرتے ہی تھے، ہم بچوں کی بھی یہی تربیت تھی چھوٹے ہونے کے باوجود ہم دونوں بہنیں سلام بھی کرتیں اور سروں پر دوپٹہ لے کر نکلتیں، اس سلسلے میں مجھے ایک بات بہت اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں بہنیں نیچے گلی میں جارہیں تھیں کہ کسی نے کہا کہ ”دونوں بہنوں کے سر پر دوپٹہ نہیں ہے“ ہمیں عادت تو ڈالی جارہی تھی، لیکن ابھی عمریں بہت چھوٹی تھیں یقیناً گھر سے نکلتے ہوئے دوپٹہ لینا بھول گئی ہونگیں۔ گھر آئے تو اتنا ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں اباجی کی نظر نہ پڑ جائے۔ اب سوچتی ہوں اور قادیان میں قیام کی اور باتیں یاد کروں اور سوچوں، یہ تو درست ہے کہ قادیان میں بہت بچپن سے ہی بچوں کو ہر طرح کی تربیت دی جاتی تھی لیکن ”میرا نہیں خیال کہ دوپٹے کی اتنی ہی سختی تھی، ہوسکتا ہے تربیت کے رنگ میں کسی نے بات کی ہو۔“

کچھ عرصہ بعد اسکول مسجد اقصیٰ کے پاس کسی اور مکان میں منتقل کر دیا گیا وہ مکان اچھا خاصا کشادہ تھا اور صحن بھی کافی بڑا تھا جس میں ہم بچیاں کھیلا کرتی تھیں۔ ہمارے وقت میں اُردو ہی پڑھائی جاتی تھی۔ ہندی سکول میں نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ اُمی بتاتی ہیں کہ ”تمہیں ہم نے ہندوؤں کے سکول میں پانچویں جماعت کے بعد داخل کروانا تھا“ اور چونکہ وہاں ہندی میں پڑھائی ہوتی تھی تو ابا جان نے میرے لئے ٹیوٹر کا انتظام گھر میں کر دیا تھا۔ (مکرم بشیر احمد کالا افغاناں درویش مرحوم) مجھے پڑھاتے تھے۔ مَیں نے چوتھی، پانچویں کی قابلیت کی زبان لکھنی پڑھنی سیکھ لی تھی۔ لیکن پاکستان آنے پر ساری بھول گئی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ربوہ میں اُمی کے ساتھ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ملنے گئی۔ آپ میری پڑھائی کا پوچھتے رہے اور فرمایا کہ اپنا نام ہندی میں لکھو۔ مَیں نے نام لکھ کر جب اوپر لکیر ڈالی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ زبان اسی طرح لکھی جاتی ہے۔ اللہ کے فضل سے قادیان سے اتنی ہندی سیکھ کر نکلی تھی کہ ایک دو مرتبہ ہندی میں لکھے ہوئے خطوط پڑھنے کے لئے حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے مجھے بھجوائے۔ لیکن کچھ عرصے بعد تو ”ہندی“ لکھنا بالکل بھول گئی پھر تو ناصرہ نام کا صرف ”ن“ ہی لکھنا یاد رہ گیا۔ اب تو وہ بھی بھول گیا ہے۔

قادیان دارلامان کے محلِ وقوع کی یادیں

الدّار سے باہر کے کچھ نظارے اور دوسرے محلوں کی یادیں بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔ مینارۃ المسیح پر جانے والے لوگ ہمیں اپنے گھر کے صحن سے صاف نظر آتے تھے اس کے علاوہ، بہشتی مقبرہ جہاں اپنے پیاروں کو سلام کرنے اکثر والدین کے ساتھ جانا ہوتا۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام اور ان کے اکابرین کے علاوہ، میرے صحابی دادا جانؓ، میرے جواں سال چچا نذیر شہید، میری صحابیہ نانی جان محترمہؓ اور میری بڑی والدہ کے صحابی والد صاحبؓ بھی (چوہدری اللہ دتّہ صاحب) بھی وہیں دفن ہیں۔

کبھی کبھی ہماری فیملی قادیان میں سیر کے لئے آموں کے باغوں اور کوٹھیوں کی طرف بھی نکل جاتی۔ میرے حافظے میں ایک کوٹھی جس کی کھڑکیوں پر رنگین شیشے لگے ہوئے تھے نقش ہے۔ ایک کوٹھی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی بھی تھی۔ کوٹھی میں فوٹو گرافر سے ہم چار بہنوں کی ایک تصویر بھی کھینچی تھی۔ قادیان کے زمانہ کی وہ ایک تصویر ہمارے پاس موجود ہے۔ قادیان کی ایک خاص چیز آموں کے باغ تھے، بہشتی مقبرہ کے باغ تو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے تھے اور اب بھی ہیں، اب بھی ان پر بے تحاشا پھل لگتا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے باغ بھی تھے جہاں اپنی فیملی کے ساتھ پکنک منانے کے لئے جانا بھی یاد ہے۔ اس باغ کے آموں کے درخت آج تک میرے ذہن کے پردے پر محفوظ ہیں کہ بعض آم ٹہنیوں کے ساتھ زمین تک پہنچے ہوئے تھے۔ اور خوب موٹے موٹے آم تھے۔ یہاں لندن میں بھی میں نے دیکھا ہے یہ آم کے تو نہیں مگر Victoria Plum کے بعض پودے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ پودے کا قد نہیں بڑھتا۔ لیکن پھل بہت ہی زیادہ لگتا ہے۔ جن کی شاخیں پھلوں کے بوجھ سے زمین پر گری ہوتی ہیں۔

قادیان سے واپسی

1955ء میں پاکستان گورنمنٹ نے قانون پاس کیا کہ ”جس کسی کی اپنی زرعی زمین ہے وہ اس کی حد بندی کر کے قبضہ کرے“ چونکہ ہمارے والد صاحب کو گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے دوسری جنگ عظیم میں (ملٹری کراس) کا تمغہ ملا تھا، جس کے ساتھ زرعی زمین بھی انعام میں دی گئی تھی، جو لائلپور (فیصل آباد۔ پاکستان) کے علاقے میں واقع تھی۔ لہٰذا حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے ہماری فیملی کو واپس پاکستان آنا پڑا۔

واپسی کا سفر کھوکھرا پار کے رستے سے ہو کر بن رہا تھا یہ سفر بہت لمبا تھا۔ ہماری فیملی اکیلی نہیں تھی اور بھی بہت سے لوگ اس قافلے میں شریک تھے۔ اگر کبھی یہ سفر پہلے لکھا جاتا تو کافی دلچسپ ہوتا۔ کیونکہ ہماری امی کی یادداشت بہت اچھی تھی۔ چلتی پھرتی تاریخ تھیں۔ ان کی یادداشت ملا کر لکھا جاتا تو سارے سفر کا حال بیان ہو جاتا۔ واپسی پر کھوکھرا پار کے رستے سے دہلی ہوٹل میں ٹھہرے اباجی ہمیں دہلی کی سیر کو بھی لے کر گئے۔ قطب صاحب کی لاٹ، لال قلعہ اور ایک نظام الدین اولیاء کا مزار پر جانا بھی مجھے یاد ہے۔ دہلی کے بعد اگلا سفر بہت لمبا تھا۔ اس کے بعد دو تین دن کسی اور مقام پر بھی ٹھہرنا پڑا، کیونکہ اس اسٹیشن پر ٹرین ہفتہ میں دو دفعہ آتی تھی۔ بہر حال میرے والدین درویشی اور قادیان چھوڑ کر پاکستان ربوہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ ربوہ، پاکستان آتے ہی حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر فضلِ عمر اسپتال میں خدمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

ایڈیٹر کے نام خطوط

- مکرم بشیر احمد کینبرا-آسٹریلیا سے تحریر کرتے ہیں:

مؤرخہ 6 دسمبر 2021ء کا شمارہ پڑھا۔ عامر ملک صاحب نے بہت اہم مسئلے کی طرف بڑی خوبصورتی سے توجہ دلائی ہے اور اس سیگمنٹ کے عنوان کے ساتھ بھی انصاف کیا ہے۔ اللہ انکو جزائے خیر دے۔ آمین۔

- مکرمہ زاہدہ راحت۔ بریمٹن کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں:

الفضل آن لائن کا معیار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دن بدن عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ ترین ہوتا جا رہا ہے۔ اور الفضل کے قارئین کی دلی محبت اس بابرکت اور پسندیدہ اخبار میں بڑھتی جا رہی ہے۔ بہت ساری خوبیوں کے علاوہ ایک سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ اس اخبار میں ہر ایک کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور جو لکھا ہوا مواد آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے آپ اپنے اخبار میں اشاعت کا موقع ضرور دیتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

رپورٹ: عامر نفیس۔ نمائندہ الفضل آن لائن گوئٹے مالا

جلسہ سالانہ گوئٹے مالا 2021 و افتتاح مسجد نور کابون

جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کو اپنا 29 واں جلسہ سالانہ مورخہ 26،27اور 28 نومبر 2021 مسجد بیت الاول گوئٹے مالا سٹی میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ

اس جلسہ میں مکرم عبدالستار خاں صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ بطور نمائندہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شامل ہوئے، وہ چونکہ پہلے سے ہی گوئٹے مالا میں موجود تھے، اس لئے جلسہ کے ابتدائی انتظامات سے لے کر اختتام تک ہر معاملہ میں ان سے راہنمائی اور دعاؤں کے فیض سے بھر پور استفادہ کیا۔

لوکل مہمانان کے علاوہ مختلف شہروں سے 45 مہمان تشریف لائے، ان سب کی رہائش کا انتظام مشن کے گیسٹ ہاؤس میں کیا گیا، یہ سب مہمان اور نومبایعین جلسہ کے تینوں دن باقاعدگی اور پورے شوق سے نماز تہجد، پنجوقتہ نمازوں اور جلسہ کے دیگر پروگرامز میں شامل ہوئے۔

اس جلسہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹوٹل حاضری 138 تھی، جس میں سے 98 احمدی احباب جبکہ 40 غیر مسلم اور زیر تبلیغ افراد شامل ہوئے۔

محض اور محض خدا تعالیٰ کے فضل سے کل پانچ افراد کو بیعت کر کے احمدیت کے اس قافلہ میں شمولیت کی توفیق ملی، اللہ تعالیٰ ان سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بنائے اور ہمیشہ ایمان و ایقان میں بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

اس دفعہ جلسہ میں مجموعی طور پر سات لوکل احمدیوں کو تلاوت، نظم اور تقریر کرنے کی سعادت ملی، امسال پہلی بار لوکل لجنہ اور اطفال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام اردو زبان میں پڑھنے کا موقع ملا، اسی طرح لوکل احباب کو جلسہ کے انتظامات میں مختلف شعبوں میں خدمت کی بھی توفیق ملی۔

امسال جلسہ میں تقریر کے علاوہ دو Presentations بھی رکھی گئیں۔ مکرم طلال کاہلوں صاحب مربی سلسلہ کابون گوئٹے مالا نے خلافت احمدیہ کے دور میں ہونے والی ترقیات کے عنوان پر Presentation پیش کی، جس میں انہوں نے نہایت ہی عمدہ طریق پر، جماعتی مساجد، مشن ہاؤسز، ہسپتال، کلینکز اور دیگر ترقیاتی کاموں کی تصاویر دکھائیں۔

دوسری Presentation مکرم فائز احمد صاحب واقف زندگی گوئٹے مالا نے جماعت احمدیہ اور خدمت انسانیت کے موضوع پر پیش کی، جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ کے خدمت انسانی پر مختلف پروجیکٹس پر روشنی ڈالی اور تصاویر دکھائیں۔

Presentations کے علاوہ مورخہ 26 اور 27 نومبر کو نماز مغرب وعشاء کے بعد مجلس سوال وجواب بھی رکھی گئی، جو کہ بہت ہی کامیاب رہی، اس طرح احباب کو تقاریر کے دوران پیدا ہونے والے سوالات اور مضامین کو بہتر رنگ میں سمجھنے کا موقع ملا۔

کابون گوئٹے مالا میں نئی تعمیر ہونے والی مسجد کا افتتاح

مورخہ 30 نومبر کو صبح چار بج کر تیس منٹ پر چھہتر (76) افراد کا ایک قافلہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نمائندہ مکرم عبدالستار خاں صاحب کی امارت میں دعا کے بعد مسجد بیت الاول سے کابون کے لئے روانہ ہوا۔

راستہ میں دو جگہ رکنے کے بعد 326 کلومیٹر کی مسافت طے کرنے کے بعد دوپہر دو بج کر چالیس منٹ پر یہ قافلہ کابون پہنچا۔ الحمد للہ

اگلے روز مورخہ یکم دسمبر کو صبح 11 بج کر 40 منٹ پر مکرم عبدالستار خاں صاحب نے افتتاح کیا۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت سے ہوا، ایک لوکل خادم مکرم Pedro صاحب نے تلاوت کے بعد سپینش ترجمہ کے علاوہ کابون کی لوکل زبان Kekchi میں بھی ترجمہ پیش کیا۔ لوکل لجنہ کے ایک گروپ نے اردو زبان میں منظوم کلام ہے دست قبل نما پڑھا اور سپینش میں ترجمہ کیا۔ الحمد للہ

مکرم طلال کاہلوں صاحب مربی سلسلہ کابون نے جماعت احمدیہ کا تعارف پیش کیا۔

مکرم عامر نفیس صاحب امیر ومشنری انچارج گوئٹے مالا نے جماعت گوئٹے مالا کی مختصر تاریخ اور جماعت کا پیغام کیسے کابون پہنچا، مسجد کی تعمیر کی تاریخ بیان کی۔

مکرم عبدالستار خاں صاحب نے مسجد کی تعمیر کے مقاصد تفصیلی بیان فرمائے۔

کچھ مہمانان نے اپنے تاثرات بیان کئے، دعا کے ساتھ پروگرام ختم ہوا۔

کل مہمانان سمیت ایک صد بیس افراد تھے، اس میں سے 76 گوئٹے مالا سٹی اور دیگر جماعتوں سے شامل ہوئے، جبکہ باقی سارے احباب کابون کے لوکل تھے۔

پروگرام کے اختتام کے بعد سب احباب کو دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا، کھانے کے بعد مکرم عبدالستار خاں صاحب نے مشنری آفس، مشن کا کچن اور بالائی منزل پر تعمیر ہونے والے مشن ہاؤس کا وزٹ کیا۔

دو بج کر بیس منٹ پر نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں، نمازوں کی ادائیگی کے بعد دوبارہ سب احباب اکٹھے ہوئے، اجتماعی دعا کے بعد قافلہ واپسی کے لئے روانہ ہوا اور ساڑھے بارہ بجے رات گوئٹے مالا سٹی پہنچا۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ اس مسجد کے افتتاح کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور یہ مسجد اس علاقہ میں احمدیت کے لئے ایک نیا سنگ میل ثابت ہو۔ آمین

اعلان برائے خصوصی شمارہ

ادارہ الفضل آن لائن، الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ کی تکمیل پر ایک خصوصی نمبر بہت جلد منظر عام پر لانا چاہتا ہے۔ جس میں دنیا کے وہ تمام مشہور کنارے جہاں جماعت احمدیہ قائم ہوچکی ہے کی تاریخ کو یکجا کیا جائے جیسے، فجی، طوالو، کیری باقی، سمو آ آئی لینڈ، مارشل آئی لینڈ، نیوزی لینڈ، پرتگال اور ناروے وغیرہ ان پر کام کا آغاز ہوچکا ہے۔

قارئین جو دنیا کے ان کناروں کے علاوہ ایسے علاقوں کو جانتے ہوں جو Corners of the Earth کہلاتے ہوں اور جماعت کا نفوذ وہاں ہو چکا ہو تو اس حوالہ سے معلومات ادارہ کو فوری طور پر مہیا کریں اور تحریر کا ملکہ رکھنے والے مرد وخواتین سے اس حوالہ سے ایسے مضامین لکھ کر بھجوانے کی درخواست ہے جو قارئین کے لئے ازدیاد علم و ایمان کا موجب ہوں۔ کان اللہ معکم۔

ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: تسبیح کے دانے اور وحدت جمہوری...... از صفحہ 3

میدان میں سب جمع ہوں۔غرضکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپس میں اُلفت اور اُنس ترقی پکڑے۔ افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکّا ہے۔ دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں۔ ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہوسکتا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلّی رُو گردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین کی بھی نماز نہ ادا کرتا ہو؟۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اُسے قوت بخشیں۔‘‘

پھر آپ ؑفرماتے ہیں:

’’نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے۔جس کی طرف اللہ تعالےٰ اشارہ فرماتا ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے صادق اور راستباز لوگوں کی صُحبت اختیار کرو تا کہ اُن کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصّہ ملے۔ جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بنا دے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 129-130 ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مندرجہ بالا پرمعارف نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائےاور روزنامہ الفضل آن لائن کو بھی قارئین و احباب جماعت کے درمیان وحدت جمہوری پیدا کرنے کا ذریعہ بنادے۔ آمین

(ابوسعید)

آج کی دعا

رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡ زُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۸﴾

(ابراہیم:38)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے ربّ! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں میں سے رزق عطا کر تا کہ وہ شکر کریں۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے نیک و صالح ہونے کی اور وسعتِ رزق کی دعا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم کے مطابق اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام اور اپنی بیوی کو عظیم قربانی کرتے ہوئے وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑا۔اور اس شہر کی آباد کاری ، وہاں تمام نعمتیں دئے جانےاور خدا کی عبادت پر قائم رہنے کے لئے آپؑ نے بہت ساری دعائیں کیں۔انہی دعاؤں میں سے یہ بھی ایک دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کی اہمیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ

نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں نماز معاف فرما دی جاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں‘‘۔ آجکل کے بعض کاروباری بھی یہی بہانے کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہمیں نماز معاف فرمادی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ ’’مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا‘‘ کہ صاف ہیں کہ نہیں۔ ’’اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے‘‘۔ دو بہانے ہیں، ایک کیونکہ جانور پالنے والے ہیں اس لئے پتہ نہیں کپڑے صاف بھی ہیں کہ نہیں اور نماز کے لئے حکم ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور دوسرے کاروبار بھی ہے۔ دونوں صورتوں کی وجہ سے وقت نہیں ملتا۔ ’’تو آپؐ نے (آنحضرت ﷺ نے) اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجزو نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلّت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا، یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسؤل کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے‘‘ یعنی جس سے مانگا جارہا ہے، اس کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے۔ ’’اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا پھر اس سے مانگنا، پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو کیونکہ اس کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کار بند ہوکر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔‘‘

پھر فرماتے ہیں کہ: ’’پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے، اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؟ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرتِ کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 189 بحوالہ خطبہ جمعہ 22/ فروری 2008ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموزبات

صفائی ایمان کا حصہ ہے

ہمارے مذہب اسلام نے باطنی اور ظاہری صفائی پر بہت زور دیا ہے اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق اور ہر چیز کا مالک ہے وہ پاک ذات ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم شرک، حسد، بغض وعناد، بدظنی ، کبرو غرور اور کینہ پروری جیسی اندرونی کثافتوں سے اپنے تیئں بچائیں اور اسی طرح ظاہری صفائی میں غسل کرنا، دانتوں کی صفائی، صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا، میلی کچیلی جرابیں پہننے سے اجتناب کرنا، ہر نماز سے قبل وضو کرنا اور کسی بھی مجلس میں جانے سے قبل تو صفائی کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا چاہئے تا کہ اہالیان مجلس ہمارے صحبت سے خوشی محسوس کریں نا کہ ہمارے جسم یا سانس کی بدبو سے ان کے لئے سانس لینا ہی محال ہو جائے۔حضور ﷺ نے تو صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اپنے خیالات کے ساتھ ساتھ ، گھر اور گلی کوچوں کو بھی صاف رکھنے والے ہوں۔

بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

20 دسمبر 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	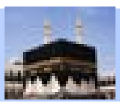	05:32	17:43
مدینہ منورہ	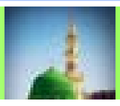	05:37	17:38
قادیان	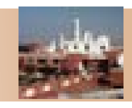	05:57	17:28
ربوہ	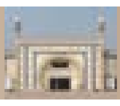	05:36	17:08
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:35	15:57